Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.................. 25 روپے
سالانہ.................. 300 روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....طالباتِ جامعہ حفصہ ولال مسجد اسلام آباد انتظامیہ کا طرزِ عمل .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۱، آیت نمبر ۴۲) .... کتمانِ حق اور تلبیسِ حق و باطل .... // // ۶

درسِ حدیث .... استخارہ کے فضائل و احکام (پانچویں وآخری قسط) .... // // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ ربیع الآخر: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں .... مولوی طارق محمود ۱۳

نفس کی قسمیں اور اس کے عوامل .... مفتی محمد رضوان ۲۱

والدین پر اولاد کے حقوق .... مفتی محمد یونس ۳۴

طہارت (پاکی) اور نجاست (ناپاکی) کا بیان .... عبدالواحد قیصرانی ۳۹

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۶) .... مفتی محمد امجد حسین ۴۱

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط ۱) .... مفتی محمد رضوان ۴۸

مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط ۱۲) .... ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان ۵۱

مقتدٰی ومقتداء علماء کو سنجیدہ طرزِ عمل کی ضرورت .... // // ۵۵

علم کے مینار .... ہر چہ گیرد علّتی ...... (سترہویں اور آخری قسط) ... مولانا محمد امجد حسین ۵۸

تذکرۂ اولیاء: .. صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (قسط ۳) .... انیس احمد حنیف ۶۴

پیارے بچو! .... چغل خوری کا انجام .... حکیم محمد فیضان ۶۷

بزمِ خواتین ..... زیب وزینت سے متعلق چند بنیادی ہدایات .... مفتی ابوشعیب ۷۰

آپ کے دینی مسائل کا حل... مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان وقفہ کا معمول بنانے کا حکم.... ادارہ ۷۴

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... سوالات وجوابات .... ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۶

عبرت کدہ .... حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۹) .... مولوی طارق محمود ۹۲

طب وصحت .... کھیرا (CUCUMBER) .... حکیم محمد فیضان ۹۵

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... مولانا محمد امجد حسین ۹۷

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابرار حسین ستی ۹۸

Same Question and Answer about Salah .... // // ۱۰۰

اداریہ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — مفتی محمد رضوان

طالباتِ جامعہ حفصہ ولال مسجد اسلام آباد انتظامیہ کا طرزِ عمل

گذشتہ کئی ہفتوں سے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی انتظامیہ وطالبات اور حکومت کے درمیان محاذ آرائی اور کشیدگی کی فضا کے پورے ملک پر اثرات نظر آ رہے ہیں۔

اور بلکہ پوری دنیا کی میڈیا پر دینی مدارس، طلبہ وطالبات اور اہلِ علم حضرات موضوعِ بحث بنے ہوئے ہیں، اسی کے ساتھ بہت سے عوام کی طرف سے بھی جامعہ حفصہ ولال مسجد کی انتظامیہ اور طالبات کے اقدامات کے صحیح وغلط ہونے کے بارے میں مسلسل استفسارات کئے جا رہے ہیں، اور وہ اس معاملہ کی حقیقت اور شرعی حیثیت اور اس سلسلہ میں اہلِ حق علماء اور اکابرین کے موقف سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں، اگرچہ اس سلسلہ میں متعدد اکابرین وبزرگانِ دین اور اہلِ علم شخصیات کی طرف سے اچھی طرح وضاحت ہو چکی ہے، لیکن شاید بہت سے حضرات تک ابھی یہ وضاحت نہیں پہنچ سکی، اس لئے ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ان صاحبِ تجربہ وتقویٰ اور جامعہ حفصہ کی طالبات اور منتظمین سے زیادہ صاحبِ علم، صاحبِ تجربہ وتقویٰ اور صاحبِ فتویٰ، ہستیوں کے موقف کو قارئین کی خدمت میں پیش کر دیں۔

﴿۱﴾...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب (صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان) فرماتے ہیں:

> ''وفاق المدارس نے اپنی عاملہ کا اجلاس اسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلام آباد میں طلب کیا، عاملہ نے متفقہ طور پر (مولانا عبدالعزیز صاحب منتظم جامعہ حفصہ سے) لائبریری کو چھوڑنے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ کے مقصد کو حاصل کرنے لئے قوت کا ہونا انتہائی ضروری ہے، جو آپ کے پاس موجود نہیں اور حکومت جس کا آپ مقابلہ کر رہے ہیں، قوت کے تمام وسائل پر قابض ہے، اس لئے نقصانِ عظیم کا سنگین خطرہ سروں پر منڈلا رہا ہے، جامعہ فریدیہ کے اساتذہ سے ملاقات کے ذریعہ ان کا نقطۂ نظر معلوم کیا گیا، تو ایک دو کے علاوہ تمام اساتذہ نے اپنی انتظامیہ کی رائے سے اختلاف ظاہر کیا، اور کہا کہ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ حضرات اپنی ضد چھوڑ دیں لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں مانی......... جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کی انتظامیہ نے وفاق المدارس

سے بھی تعلق ختم کر دیا اور وفاق نے بھی اس کے فیصلے مسترد کرنے کی بناء پر الحاق کو ختم کر دینا ضروری قرار دیا، پنڈی اور اسلام آباد کے علماء پر برملا عدمِ اعتماد کا اظہار کیا اور اپنی طرح دوسرے جذباتی اور سطحی سوچ رکھنے والے لوگوں کو خودرائی اور خودفریبی کی دلدل میں لاکھڑا کیا، مخلص اور خیرخواہ اکابر علماء جو اِن کے ہی نہیں ان کے والد مرحوم کے بھی اساتذہ کے درجہ میں ہیں، ان کی درخواست کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا گیا، بلکہ مفتی محمد تقی عثمانی جو جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کے مہتمم مولوی عبدالعزیز کے مرشد اور شیخ ہیں ان کی بھی کسی بات کا اثر نہیں لیا گیا، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے مولوی عبدالعزیز سے کہا کہ آپ کو جو کچھ کہنا ہے، وہ کہیں، چنانچہ انہوں نے تقریباً آدھ گھنٹہ اپنا نقطۂ نظر بیان کیا، اس کے بعد مولانا عثمانی نے ایک ایک بات کا جواب دیا اور فیصلہ کیا کہ مولوی عبدالعزیز تم جو کرنے جا رہے ہو اس سے تمہارا مقصد حاصل نہیں ہوگا اور تمہارا یہ اقدام نہ شرعاً درست ہے نہ عقلاً نہ قانوناً، اس سلسلے میں جو نقصانات ہونگے ان کا خون تمہاری گردن پر ہوگا، لیکن مولوی عبدالعزیز پھر بھی نہیں مانے۔ جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے نوجوانوں کو یہ سوچ دی ہے کہ اپنی رائے کے سامنے بڑوں اور بزرگوں کی رائے کو بے دھڑک رد کیا جا سکتا ہے، جو ظاہر ہے کہ مہلک اور تباہ کن سوچ ہے، جس معاشرے میں یہ سوچ پنپتی اور پرورش پاتی ہے، وہ تباہ اور برباد ہو جاتا ہے، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہمارے یہاں یہی انداز ہے، اس لئے وہاں اساتذہ اور انتظامیہ کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات روزمرہ میں شامل ہیں، ہمارے اسلاف اور اکابر کا یہ طرز نہیں ہے اور جس نے اس طرز کی مخالف کی ہے وہ نقصان میں رہا اور خفت اٹھائی ہے۔

جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے اپنی طالبات اور طلبہ پر یہ ظلم بھی کیا ہے کہ ان کا تعلیمی سال برباد کر کے رکھ دیا، اس شورش میں تعلیم کا ضیاع یقینی ہے، تعلیم کے لئے یکسوئی لازمی شرط ہے، جو کسی سے بھی پوشیدہ نہیں، جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کا دعویٰ ہے کہ ہماری یہ تحریک اسلامی نظام کے لئے ہے اور ہم اس کے بغیر چین سے بیٹھنے والے نہیں ہیں، اے کاش...... ایسا ہوتا (روزنامہ اسلام صفحہ۴، 8 اپریل 2007ء)

﴿۲﴾...... اور حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ مولانا عبدالعزیز اور ان کے رفقاء نے اس کے لئے نہ صرف حکومتِ وقت سے بلاوجہ محاذ آرائی اور تصادم کا راستہ اختیار کیا بلکہ اپنی دینی قیادت اور اکابر کی ہدایت و مشاورت سے انحراف کو بھی ضروری سمجھا، جس نے اس ساری جدوجہد کو شکوک اور شبہات کے دھندلکوں کی

نذر کر دیا ہے، ہمارے خیال میں اب بھی وقت ہے کہ مولانا عبدالعزیز اور ان کے رفقاء اپنے سابقہ رویے پر اپنے بزرگوں سے معذرت کرتے ہوئے معاملات کی باگ ڈور انہی بزرگوں کے ہاتھ میں دے دیں جو اِن کے پاس خود چل کر اسلام آباد آئے تھے تو بگڑی ہوئی بات پھر بن سکتی ہے“

(روزنامہ اسلام بعنوان ”نوائے حق“ 10 اپریل 2007ء صفحہ نمبر۴)

﴿۳﴾......مولانا موصوف اپنے ایک اور مضمون میں اس سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ کے مورخہ 18,19 اپریل 2007ء کے اعلامیہ کو نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”☆ جامعہ حفصہ اسلام آباد کے لائبریری پر قبضہ کے حوالے سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلسِ عاملہ اپنے اس مؤقف کا اعادہ ضروری سمجھتی ہے کہ جہاں تک جامعہ حفصہ اسلام آباد کی طالبات اور لال مسجد کی انتظامیہ کے ان مطالبات کا تعلق ہے کہ:

(۱) ملک میں اسلامی نظامی کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔

(۲) اسلام آباد میں گرائی جانے والی مساجد کو فوری طور پر دوبارہ تعمیر کیا جائے۔

(۳) بدکاری اور فواحش کے اڈے ختم کئے جائیں اور

(۴) نام نہاد تحفظِ حقوقِ نسواں ایکٹ کی خلافِ اسلام دفعات منسوخ کی جائیں۔

یہ مطالبات نہ صرف یہ کہ درست اور ضروری ہیں بلکہ ملک کے عوام کی دل کی آواز ہیں اور دستورِ پاکستان کا ناگزیر تقاضا ہیں، اس لئے یہ اجلاس ان مطالبات کی مکمل حمایت کرتے ہوئے حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ اپنے اسلامی اور دستوری فرائض کی پاسداری کرتے ہوئے ان کی منظوری کا اعلان کرے اور ان پر عملدرآمد کے لئے عملی اقدامات کا آغاز کرے، البتہ اس سلسلہ میں جامعہ حفصہ اسلام آباد کی طالبات اور لال مسجد کے منتظمین نے جو طریقِ کار اختیار کیا ہے اسے یہ اجلاس درست نہیں سمجھتا اور اس کے لئے نہ صرف وفاق المدارس العربیہ کی اعلیٰ قیادت خود اسلام آباد جا کر متعلقہ حضرات سے متعدد بار بات چیت کر چکی ہے بلکہ ”وفاق“ کے فیصلہ اور مؤقف سے انحراف کے باعث جامعہ حفصہ کا ”وفاق“ کے ساتھ الحاق بھی ختم کیا جا چکا ہے۔

☆ یہ اجلاس وفاق المدارس کی اعلیٰ قیادت کے مؤقف اور فیصلہ سے جامعہ حفصہ اسلام آباد اور لال مسجد کے منتظمین کے اس انحراف کو افسوسناک قرار دیتا ہے“ (روزنامہ اسلام، بعنوان ”نوائے حق“ 22 اپریل 2007ء صفحہ نمبر۴)

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۱، آیت نمبر ۴۲) مفتی محمد رضوان

کتمانِ حق اور تلبیسِ حق و باطل

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۴۲)

ترجمہ: ''اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو، اور حق کو مت چھپاؤ؛ حالانکہ تم جانتے بھی ہو''

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت سے تعلق

گذشتہ آیت میں بنی اسرئیل کو یہ حکم تھا کہ تم خود گمراہی سے باز آؤ اور ایمان وہدایت کو قبول کرو؛ اس آیت میں ان کو یہ حکم دیا گیا کہ دوسروں کو گمراہ نہ کرو۔

کیونکہ جس طرح خود کو گمراہی سے بچانا ضروری ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی دوسروں کی گمراہی کا ذریعہ اور سبب بھی نہ بنے (معارف القرآن ادریسی جلد ۱ صفحہ ۱۶۷، بتغیر)

حق سے واقف اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے طریقے

بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو حق بات کسی درجہ میں پہنچ چکی ہو، اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ حق بات سے بالکل ہی بے خبر ہوں۔

اور ان دونوں قسم کے لوگوں کو گمراہ کرنے کا طریقہ بھی مختلف ہوتا ہے۔

پہلے لوگوں یعنی جن کو کسی درجے میں حق بات پہنچ چکی ہو، کو گمراہ کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ حق کو ان سے چھپایا جائے، کیونکہ وہ حق کو جانتے ہیں، اس لیے حق کو چھپانے سے وہ جھانسے میں نہیں آئیں گے، بلکہ ان کے سامنے حق و باطل اور سچ وجھوٹ، اور ہدایت وضلالت کو خلط ملط کر کے پیش کرنا ان کو گمراہ کرنا ہے؛ تاکہ وہ اصل حقیقت کو سمجھنے اور قبول کرنے سے محروم ہو جائیں۔

اور دوسرے لوگوں یعنی جو حق سے بالکل بے خبر ہیں، کو گمراہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے سامنے حق سچ کو بالکل ظاہر ہی نہ کیا جائے۔

اس لیے بنی اسرائیل کو دونوں طریقوں سے گمراہ کرنے سے منع کیا گیا۔

پہلے طریقہ سے منع ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا:

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ’’اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو‘‘

اور دوسرے طریقے سے منع ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا:

وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ’’اور حق کو مت چھپاؤ؛ حالانکہ تم جانتے بھی ہو‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ حق بات کو غلط باتوں کے ساتھ گڈ مڈ کر کے اس طرح پیش کرنا جس سے مخاطب مغالطے میں پڑ جائے ، جائز نہیں؛ اسی طرح کسی خوف یا لالچ کی وجہ سے حق بات چھپانا بھی حرام ہے

(معارف القرآن عثمانی جلد۱صفحہ۲۰۸ و ادریسی جلد۱صفحہ۱۶۷،بتغیر)

سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر۷۱ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے اس طرزِ عمل پر اُن کو تنبیہ فرمائی ہے۔

یٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

یعنی ’’اے اہلِ کتاب! حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو؟ اور حق کو کیوں چھپاتے ہو؟ جبکہ تم (حقیقت کو) جانتے بھی ہو‘‘

اہلِ کتاب توراۃ کے بعض احکام کو تو دنیاوی اغراض کی خاطر بالکل چھپا ہی لیا کرتے تھے ، اور بعض آیات میں کوئی لفظی تحریف کر دیا کرتے تھے اور بعض آیات میں لفظی تحریف تو نہیں کرتے تھے لیکن اُن کے معنیٰ بگاڑ دیا کرتے تھے اور اُن میں فاسد تاویل کرتے تھے؛ غرضیکہ وہ بعض اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تو سرے سے چھپا لیا کرتے تھے اور بعض میں لفظی تحریف کر دیا کرتے تھے اور بعض میں معنوی تحریف کر دیا کرتے تھے (معارف القرآن ادریسی جلد۱صفحہ۶۵۰،بتغیر)

موجودہ زمانے میں کتمانِ حق اور تلبیسِ حق و باطل کی مثالیں

اور آج بھی اُمتِ محمدیہ میں بہت سے لوگ کتمانِ حق اور تلبیسِ حق و باطل کے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ خصوصاً جو کہ اسلام کی تبلیغ کا عنوان لگا کر آج کل ذرائع ابلاغ پر کام کر رہے ہیں ان کا طریقۂ واردات بھی اسی قسم کا ہے کہ جہاں حق چھپانے سے ان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے وہاں حق کو چھپا لیتے ہیں اور جہاں حق کا اظہار کسی مجبوری کی وجہ سے ضروری ہوتا ہے یا مخاطبین کسی حق سے واقف ہوتے ہیں وہاں حق کے ساتھ باطل کو خلط ملط کر کے پیش کرتے ہیں اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی حفاظت کا قیامت تک کے لئے وعدہ فرمایا ہے اس لئے اس امت میں گمراہی پھیلانے کا یہ

طریقہ تو زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوسکتا کہ حق کو پوری طرح سے چھپا لیا جائے اس لئے گمراہی پھیلانے کا دوسرا طریقہ یعنی تلبیس حق و باطل ہی زیادہ مؤثر سمجھا جاتا ہے، چنانچہ اس قسم کی گمراہی پھیلانے والے لوگ حق اور باطل کو اس طرح سے خلط ملط کر کے پیش کرتے ہیں کہ جو واقف اور بہت سے صاحبِ علم لوگوں کی بھی گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔

مثلاً دینِ اسلام میں یہ بات تو چل نہیں سکتی کہ سود، جُوا، رشوت، تصویر سازی، بے پردگی، موسیقی، شراب اور خنزیر وغیرہ حرام نہیں ہیں بلکہ حلال ہیں کیونکہ ان کاموں کے ناجائز وحرام ہونے پر قرآن وسنت کے مضبوط دلائل موجود ومحفوظ ہیں، البتہ اس قسم کی گمراہی سے کام لیا جاتا ہے کہ بے شک یہ چیزیں اسلام میں گناہ یا حرام ہیں لیکن آج کے دور کا سود وہ نہیں ہے جس سود سے حضور ﷺ نے منع فرمایا تھا، بلکہ یہ تو کمرشل انٹرسٹ ہے، اسی طرح یہ جُوا نہیں بلکہ انعام ہے، اور یہ چیز رشوت نہیں بلکہ تحفہ یا اجرت اور فیس ہے، اسی طرح تصویر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ تو کیمرے کی تصویر ہے اور حضور ﷺ نے اپنے دور کی ان تصویروں سے منع فرمایا جو کہ ہاتھ سے بنائی جاتی تھی یا پتھر وغیرہ تراش کر مجسموں کی شکل میں بنائی جاتی تھیں، اسی طرح کہا جاتا ہے کہ بے شک بے پردگی گناہ کا کام ہے لیکن چہرے کا پردہ نہیں اسی طرح کہا جاتا ہے کہ اصل پردہ تو انسان کے دل کا ہوتا ہے اگر دل پاک ہو تو نظر صاف ہوتی ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے کہ موسیقی بے شک گناہ ہے لیکن اگر نیک نیتی کے ساتھ سنی جائے تو گناہ نہیں، اسی طرح شراب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بے شک اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے لیکن وہ شراب گندی اور سڑی ہوئی ہوا کرتی تھی اور آج کل صاف ستھری ہوتی ہے اور اس کا نام شراب بھی نہیں ہوتا، اسی طرح مثلاً خنزیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بے شک اسلام میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے لیکن یہ اس دور کی بات ہے جب خنزیر ناپاک اور گندی خوراکیں کھایا کرتے تھے اور کوڑی پر پھرا کرتے تھے، اور آج کل ہم انہیں محفوظ فارموں میں رکھ کر پاک صاف غذا فراہم کرتے ہیں۔

اور اسی طرح کی باتیں وضو، نماز وغیرہ کے بارے میں کہی جاتی ہیں کہ بے شک وضو اور نماز کو اسلام قرار دیا گیا تھا، لیکن اس وقت یہ حکم صاف ستھرا رہنے کے لئے اور شرک سے بچا کر توحید پیدا کرنے کے لئے تھا، اور آج کل ہم صاف ستھرے ہوتے ہیں اور توحید کے بھی قائل ہیں، لہٰذا ہمیں اب ان کی ضرورت نہیں۔

اس قسم کی تمام باتیں تلبیس حق و باطل میں داخل اور حرام ہیں۔

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

استخارہ کے فضائل واحکام (پانچویں وآخری قسط)

چند غلط اور غیر شرعی استخارے

آخر میں چند غیر شرعی اور غلط استخارے جو معاشرے میں رائج ہوگئے ہیں؛ اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱)......قرآن مجید سے استخارہ نکالنا

بعض لوگ قرآن مجید سے استخارہ نکالتے ہیں، اور اس کو قرآن مجید سے فال نکالنا بھی کہتے ہیں، جس کا ایک طریقہ یہ رائج ہے کہ ایک شخص باوضو ہوکر قرآن مجید کھول کر دیکھتا ہے اس کی پہلی سطر میں جو مضمون ہوتا ہے اس سے اس معاملہ اور کام کے خیر یا شر ہونے کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں، یا آنکھ بند کرکے قرآن مجید پر ایک شخص انگلی رکھتا ہے اور جس حرف پر انگلی پڑتی ہے، اس کے مضمون کو پڑھ کر معاملہ کے خیر یا شر والا ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یا اسی سے ملتا جلتا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

استخارے یا فال کے یہ مروجہ طریقے شرعاً جائز نہیں، بلکہ گناہ ہیں اور ایک طرح سے قرآن مجید کی بے احترامی اور بے ادبی میں داخل وشامل ہیں کیونکہ یہ طریقے قرآن مجید کے مقصود اور اس کی غرض کے خلاف ہیں اور ان طریقوں کا قرآن وسنت سے کوئی ثبوت نہیں۔ [۱]

---

[۱] واشد من ذالک التفاول فی فتح الختمة. والنظر فی اول سطریخرج منها او غیرهٗ وذالک باطل وقد نهی عنهٗ بیان ذالک انهٗ قد یخرج لهٗ منها آیة عذاب و وعید فیقع له التشویش من ذالک فرفع عنه ذالک حتی ینقطع عنه مادة التشویش بل یخشی علیه ان یقع لهٗ ما هو اشد من ذالک ویؤ ول امرهٗ الی الخطر العظیم (المدخل ج ۱ ص ۲۷۸)

قال الطرطوشی ان اخذ الفأل بالمصحف وضرب الرمل ونحوهما حرام وهومن باب الاستقسام بالازلام (الذخیرة ج ۱۳ ص ۲۵۶)

وان الاستخارة بالقرآن مما لم یرد فیها شئی یعول علیه عن الصدر الاول وترکها احب الی وقد اغنی اللّٰہ تعالیٰ ورسوله صلی الله علیه وسلم عنها بما سن من الاستخارة الثابتة فی غیرما خبر صحیح (تفسیر روح المعانی ج۶ ص ۵۸)

(۲)......قرعہ اندازی کا استخارہ

بعض لوگ قرعہ اندازی کر کے استخارہ نکالتے ہیں، جس کا طریقہ یہ نکالا ہے کہ کچھ مخصوص الفاظ وکلمات کا ورد کر کے دو کاغذوں پر "**نَــعَــمْ**" اور "**لَا**"، یعنی "**ہاں**" اور "**نہیں**" کے الفاظ لکھتے ہیں، اور پھر پرچیاں ڈال کر ان میں سے کسی ایک کو اٹھاتے ہیں، اس کے بعد اگر قرعہ "**ہاں**" والا نکل آتا ہے تو اس کام کو خیر والا سمجھتے ہیں اور اگر "**نہیں**" والا قرعہ نکل آتا ہے تو اس کام کو شر والا سمجھتے ہیں۔

استخارہ کا مذکورہ طریقہ بھی قرآن وسنت سے ثابت نہیں اور اس کو استخارہ سمجھنا، اس کو استخارہ کا نام دینا اور اس کو استخارہ کا درجہ دینا سب غلط ہے۔ اور دراصل یہ طریقہ زمانۂ جاہلیت کے "**اِسۡتِقۡسَامُ بِالۡاَزۡلَامِ**" میں داخل ہے۔ قرعہ اندازی ایک الگ چیز ہے اور استخارہ الگ عمل ہے۔ [۱]

مسنون استخارہ کا طریقہ آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ہیں، لہٰذا مسنون استخارہ چھوڑ کر اس قسم کے خود ساختہ طریقوں کو استخارہ سمجھنا گناہ ہے۔

(۳)......اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کا استخارہ

بعض لوگوں میں استخارہ کا ایک طریقہ یہ مشہور ہے کہ دو رکعت نفل کی نیت باندھیں، پھر سورۃ فاتحہ پڑھیں، جب **اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ** پر پہنچیں تو اس آیت کو بار بار لوٹاتے رہیں، اس وقت تک اس سے آگے نہ بڑھیں جب تک دائیں یا بائیں جانب گھوم نہ جائیں۔ اگر وہ کام مفید ہوا جس کے لئے استخارہ کیا جا رہا ہے تو خود بخود دائیں جانب گھوم جائیں گے اور اگر وہ کام مضر اور نقصان دہ ہوا تو خود بخود بائیں جانب گھوم جائیں گے۔ استخارہ کے اس طریقہ کو بہت سے لوگ حدیث سے ثابت شدہ مشہور استخارہ سے بھی زیادہ کارآمد اور مؤثر ومفید سمجھتے ہیں۔

لیکن استخارہ کا یہ طریقہ نہ تو شریعت سے ثابت ہے اور نہ ہی صحیح ہے، اہلِ علم حضرات نے استخارہ کے اس

---

[۱] جہاں سب شریکوں کے حقوق برابر ہوں، یا جن کے حقوق رائے سے طے کیے جاسکتے ہوں، وہاں کوئی ایک جہت کسی کے لیے متعین کرنے کے واسطے قرعہ اندازی کرنا جائز ہے؛ مثلاً مشترک مکان کی تقسیم کا معاملہ ہے جس میں ایک سے زیادہ برابر کے شریک ہیں اب اس کے حصوں کی تعیین کرنی ہے، تو اس کی تعیین باہمی اتفاقِ رائے سے قرعہ اندازی سے کی جاسکتی ہے، لیکن جن حقوق کے شرعی اسباب معلوم ومتعین ہوں، ان میں قرعہ اندازی ناجائز اور جوے میں داخل ہے، مثلاً کسی مشترک چیز میں جس کا نام نکل آئے وہ ساری لے لے اور دوسرے محروم ہوجائیں یا کسی بچے کے نسب میں اختلاف ہو تو قرعہ اندازی سے جس کا نام نکل آوے اسے باپ سمجھا جاوے یہ بھی ناجائز ہے (معارف القرآن بتغیر جلد۲ صفحہ ۶۵)

طریقہ کو خلافِ شریعت اور کئی خرابیوں پر مشتمل قرار دیا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ استخارہ کا جو طریقہ شریعت سے ثابت ہے یہ طریقہ اس کے خلاف ہے، شریعت سے ثابت شدہ استخارہ کو چھوڑ کر اس قسم کے استخاروں کی کیا ضرورت ہے۔ شریعت سے ثابت شدہ استخارہ پر اس قسم کے خودساختہ، من گھڑت اور خلافِ شریعت طریقہ کو ترجیح دینا کہاں کا دین ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ نماز کی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ یا اس کی کسی آیت کو ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنا جائز نہیں، جان بوجھ کر اور قصداً ایسا کیا جائے تو گناہ ہے اور بھول کر ایسا کرنے سے بہت سے اہلِ علم کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اور استخارہ کے مذکورہ خودساختہ طریقہ میں یہ عمل قصداً وعمداً کیا جاتا ہے جس کے گناہ ہونے میں کیا شک ہے، اوپر سے اس گناہ کے کام کو ثواب اور فائدہ کا کام سمجھ کر کرنا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہاں نماز پڑھنا بھی مقصود نہیں بلکہ صرف نماز کی صورت بنانا مقصود ہے اور اصل مقصد ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کو بار بار پڑھ کر خودساختہ طریقہ پر اپنا مقصد پورا کرنا ہے۔

اور اگر نماز پڑھنا ہی مقصود ہے تب بھی نماز میں دائیں یا بائیں طرف گھومنا اور رخ کرنا گناہ ہے، نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط ہے، اگر اس شرط کی خلاف ورزی ہو جائے تو نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔ یا بعض صورتوں میں مکروہ تو کم از کم ہو ہی جاتی ہے؛ لہٰذا اس قسم کی خرابیوں پر مشتمل طریقہ کو شرعی استخارہ سے تعبیر کرنا اور اس پر عمل کرنا سراسر غلط اور گناہ ہے۔ اب یہاں یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر یہ طریقہ واقعتاً غلط ہے تو پھر اس طریقہ کو اختیار کرنے کے بعد دائیں یا بائیں طرف انسان خود بخود کیونکر گھوم جاتا ہے، اور اس طرح گھومنے کا کئی مرتبہ مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔ اس شبہ کے اہلِ علم حضرات نے مختلف جواب دیے ہیں، جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ جو چیز انسان کے ذہن میں ہوتی ہے اس کا اس کے اوپر نفسیاتی اثر بھی ہوتا ہے، جب کوئی شخص ایک جملہ کو پوری توجہ وانہماک کے ساتھ اس سوچ کے مطابق پڑھتا ہے کہ اس کا رخ دائیں یا بائیں جانب ہو جائے گا، تو اس تخیل کا نفسیاتی طور پر اس کے اوپر اثر ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ دائیں یا بائیں جانب گھوم جاتا ہے، اور تجربہ سے اس کا غلط ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ [1]

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
بعض لوگوں نے عملیات مقرر کر لئے ہیں، دائیں طرف یا بائیں طرف گردن پھیرنا یہ سب غلط ثابت ہوئے ہیں (مجالس مفتی اعظم ص ۱۵۸)

نفسیات کے فن سے واقف لوگوں کے لئے اس بات کو سمجھنا کوئی بھی مشکل نہیں۔

اس کے علاوہ اس کی اور بھی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں، جن پر شریعت نے کسی مسئلہ کا دارومدار نہیں رکھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''استشارہ واستخارہ ص۳۲و۳۳)

بہرحال ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ'' کا مذکورہ استخارہ غیر شرعی ہے اس کو شرعی استخارہ سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اور اس پر عقیدہ رکھنا سب غلط اور گناہ ہے۔

(۴)......تسبیح کے دانوں پر استخارہ

بعض لوگوں میں استخارہ کا ایک طریقہ یہ مشہور ہے کہ جب وہ کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کا بھلا یا برا معلوم کرنا مقصود ہوتا ہے تو ایک تسبیح لے کر اس کے کسی حصہ سے ایک دانہ پر ''خیر'' اور ایک دانہ پر ''شر'' کا لفظ پڑھنا شروع کرتے ہیں، یا ایک دانہ پر ''اِفْعَلْ'' اور دوسرے دانہ پر ''لاَ تَفْعَلْ'' پڑھتے ہیں اور آخری دانہ پر اگر ''خیر'' یا ''اِفْعَلْ'' آجائے تو اس کام کو خیر والا سمجھتے ہیں اور اگر لفظِ ''شر'' یا ''لاَ تَفْعَلْ'' آجائے تو اس کام کو شر والا سمجھتے ہیں، استخارہ کا یہ طریقہ بھی غیر شرعی اور غلط ہے اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ [۱]

(۵)......ٹیلی ویژن کا استخارہ پروگرام

جہالت کے اس دور میں جبکہ ٹیلی ویژن پر بھی دین کے نام پر کئی غیر دینی پروگرام آج کل ہمارے ملک میں نشر ہو رہے ہیں اور پورے ملک میں گمراہی پھیلا رہے ہیں، انہیں پروگراموں میں سے ایک پروگرام استخارہ کے نام سے بھی نشر ہو رہا ہے، جس میں ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ سے مختلف لوگ اپنے مسائل و مصائب اور حالات کے بارے میں ان سے اچھے یا بُرے ہونے کے نتائج معلوم کرتے ہیں اور وہاں پر موجود کوئی صاحب استخارہ کے نام پر ان کو جوابات دیتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر جاری استخارہ کا مذکورہ طریقہ شرعاً ثابت نہیں، ایک من گھڑت اور خود ساختہ طریقہ ہے؛ قرآن وسنت میں اس طریقہ کا ثبوت نہیں ملتا۔

---

[۱] استخارة السبحة وقد يسمون ذالک : اخذ الفأل بالسبحة و ذالک انهم يقتطعون طائفة من حب السبحة ويحولونهٗ حبةً بعد اخرىٰ يقول ''افعل'' علٰى واحدة ''ولا تفعل'' علٰى اخرىٰ ويكون الحكم الفصل للحبة الاخيرة وبعضهم يقول كلمات اخرىٰ بهٰذا المعنىٰ والمقصد واحد (بلوغ الامانى جلد۵ صفحه ۵۲ ماخوذاز: ''الاستخارة'' صفحه ۹۴، تاليف الدكتور محمد طاهر حكيم)

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ ربیع الآخر: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۰۰ھ:** میں حضرت معاذ بن ہشام بن ابوعبداللہ الدستوائی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ پہلے تو یمن میں رہتے تھے اس کے بعد بصرہ میں سکونت پذیر ہوگئے، اپنے والد ہشام اور ابنِ عون، شعبہ، اشعث بن عبدالملک اور بکیر بن ابوالسمیط رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، امام احمد، اسحاق، ابن المدینی، ابنِ معین، عفان، عمرو بن علی، بندار اور ابوموسیٰ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۱۷۸، تہذیب الکمال ج۲۸ ص۱۴۳)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۰۶ھ:** میں حضرت ابوخالد یزید بن ہارون بن وادی بن ثابت السلمی الواسطی بخاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: سلیمان التیمی، حمید الطّویل، عاصم الاحول، اسماعیل بن ابوخالد اور ابومالک الاشجعی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: بقیہ بن الولید، آدم بن ابی ایاس، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی رحمہم اللہ، آپ بہت عبادت گذار تھے اور بڑے خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے تھے، صلاۃ الضحیٰ ۱۶ رکعت پڑھتے تھے، آخری عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے، احمد بن سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ جیسا عالم کہیں نہیں دیکھا، آپ ایسے نماز پڑھتے تھے جیسے کہ آپ ستون ہوں، دن اور رات کی نمازوں سے آپ تھکتے تھے، اور آپ اور ہشیم رحمہما اللہ لمبی نماز پڑھنے میں مشہور تھے، امام یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عراق میں چار حفاظِ حدیث ہیں ان میں یزید بن ہارون بھی ہیں، علی بن شعیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ مجھے چوبیس ہزار احادیث سندوں کے ساتھ یاد ہیں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں، ان کی مجلس میں ۷۰ ہزار افراد شریک ہوتے تھے، آپ کی ولادت ۱۱۷ھ میں ہوئی، عاصم بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور یزید بن ھارون حضرت قیس بن الربیع رحمہ اللہ کے پاس تھے، یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے عشاء کی نماز پڑھی اور رات بھر نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اشراق کی نماز تک برابر قیام میں رہے اسی وضو کے ساتھ اور یہ معمول آپ کا چالیس سال سے زیادہ عرصے تک رہا، حضرت ابونافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل کے پاس بیٹھا ہوا تھا امام احمد کے پاس اس وقت دو آدمی موجود تھے، ان میں

سے ایک نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرمائی اور میری قدر افزائی فرمائی، اور مجھ پر اس وجہ سے عتاب فرمایا کہ کیا تم نے حریز بن عثمان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی؟ تو میں نے عرض کیا اے میرے رب میں نے اس میں خیر دیکھی اس لیے اس سے حدیث حاصل کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے، دوسرے شخص نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس منکر نکیر آئے تھے یزید بن ھارون نے فرمایا ہاں خدا کی قسم وہ آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے، تمہارا دین کیا ہے؟ تو میں نے جواب میں کہا: کہ میں دنیا کی زندگانی میں رب اور دین کی معرفت اور علم میں اور لوگوں سے بہت آگے تھا، تو نکیرین نے کہا ہاں تو سچ کہتا ہے (تهذيب التهذيب ج ١١ ص ٣٢٢، تذكرة الحفاظ ج ١ ص ٣١٨، سير اعلام النبلاء ج ٩ ص ٣٦٩)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۰۷ھ**: میں حضرت ابو ابراہیم محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، مسعود، مالک بن مغول، فضل بن دلہم، اوزاعی اور امام ثوری رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابو معمر القطیعی، ابراہیم بن موسیٰ الرازی، احمد بن یونس الیربوعی، یوسف بن عدی اور ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، البتہ حدیث کے معاملے میں آپ پر کچھ جرح کی گئی ہے (تهذيب الكمال ج ٢٦ ص ٣٠٣)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۱۸ھ**: میں حضرت ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب النحوی الاخباری الذہلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے، آپ نے حضور ﷺ کی سیرتِ مبارکہ پر بڑا کام کیا، سیرت ابنِ ہشام کے نام سے آپ کی سیرت النبی پر مشہور کتاب ہے (سير اعلام النبلاء ج ١٠ ص ٤٢٩، مغاني الاخيار ج٢ ص ٢٩٨، "عند البعض مات سنة ٢١٣ھ (وفيات الاعيان لابن خلكان ج٣ ص١٧٧)"

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۱۸ھ**: میں حضرت ابو زفر عثمان بن زفر بن مزاحم بن زفر التیمی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حبان بن علی العنزی، حصین بن عمر الاحمسی، خازم بن الحسین الحمیسی اور ربیع بن منذر الثوری رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابراہیم بن عبد اللہ الجنید، ابراہیم بن عبد الملک، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی اور احمد بن بکیر الناشری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تهذيب الكمال ج ١٩ ص ٣٧٣)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۱۹ھ**: میں حضرت ابو غسان مالک بن اسماعیل بن درہم النہدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مشہور فقیہہ حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے، اسرائیل، ورقاء، عیسیٰ بن عبد الرحمٰن السلمی، عیسیٰ بن عبد الرحمٰن السلمی، فضیل بن مرزوق، حسن بن صالح اور حکم بن عبد الملک رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام

بخاری، ابوبکر بن ابی شیبہ، یوسف بن موسیٰ، محمد بن یحییٰ الذہلی، ہارون الحمال اور ابواسحاق الجوزجانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوغسان ائمہ محدثین میں ایک بڑے محدث تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۴۳۱، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۶ ص۴۰۵، مغانی الاخیار ج۵ ص۴)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۱۹ھ:** میں حضرت قاضی ابوعبداللہ اسد بن الفرات الحرانی المغربی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت بحرآن کے مقام پر ۱۴۴ھ میں ہوئی، امام مالک رحمہ اللہ سے آپ نے مؤطا روایت کی ہے، یحییٰ بن ابی زائدہ، جریر بن عبدالحمید، ابویوسف القاضی اور محمد بن الحسن رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ ایک بہت بڑی علمی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شہسوار اور بہادر آدمی بھی تھے، ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک لڑائی میں اسد کو دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا اور وہ سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے، پھر آپ نے لشکر کے ساتھ شامل ہو کر دشمن کو ہزیمت دکھائی اور میں نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ خون آپ کے اٹھائے ہوئے جھنڈے اور پہنے ہوئے زرہ پر بہہ رہا تھا (سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۲۳۷)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۲۱ھ:** میں حضرت ابوالعباس عبدالملک بن جعفر بن الحسین رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ کا تعلق عراق کے مشہور شہر سامرآء سے تھا، ابوعلی الحسن بن عرفہ العبدی رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، علی بن عمرو بن سہل الحریری رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (ذیل تاریخ بغداد ج۱ ص۱۵)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۲۷ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ بن قیس التمیمی الیربوعی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابراہیم بن سعد، اسرائیل بن یونس اور اسماعیل بن عیاش رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابنِ ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابوزرعہ الرازی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں کس سے حدیث روایت کروں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ احمد بن یونس کی طرف جایئے اور ان سے تعلیم حاصل کیجئے کیونکہ وہ شیخ الاسلام ہیں، آپ کی وفات جمعہ کی رات کوفہ میں ہوئی، وفات کے وقت عمر ۹۷ سال تھی، آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں ہوئی (طبقات الحفاظ ج۱ ص۳۳، العبر فی خبر من غبر للذھبی ج۱ ص۷۵، تھذیب التھذیب ج۱ ص۴۴، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۴۵۸، تھذیب الکمال ج۱ ص۳۷۸، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۴۰۱، التعدیل والتجریح ج۱ ص۳۰۷، مغانی الاخیار ج۱ ص۲۲) "وفی قول مات سنۃ تسع وعشرین ومائتین (التاریخ الصغیر ج۲ ص۵)"

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۲۷ھ:** میں حضرت ابوالولید ہشام بن عبدالملک الباہلی الطیالسی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابراہیم بن سعد، اسحاق بن سعید القرشی، اسحاق بن عثمان الکلابی اور اسرائیل بن یونس رحمہم

اللہ سے حدیث کی سماعت کی ،امام بخاری ، ابوداؤد،ابراہیم بن خالد الیشکری اورابراہیم بن یعقوب الجوزجانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ،امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ابوالولید شیخ الاسلام ہیں اورمحدثین میں کوئی بھی ان سے بڑھ کرنہیں ہے، جمعہ کے دن وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج۳۰ص ۳۳۱،تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۳۸۲،میزان الاعتدال ج۴ص ۳۰۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۲۹ھ: میں حضرت عبدالواحد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن دینار رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی،اندلس کے مشہورمقام قرطبہ میں آپ رہتے تھے،اپنے والداور بھائی سے حدیث روایت کرتے ہیں،اوران کے ساتھ بڑے بڑے اکابر کی خدمت میں تشریف لے گئے،شعبان ۲۸۲ھ میں جمعہ کے دن وفات ہوئی (تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ج ا ص ۱۰۸)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۳۰ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن ابوبکیر النخعی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،آپ مصر میں رہتے تھے،اورمصر میں ہی حدیث کی روایت کی اورمصر ہی میں وفات ہوئی (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۶۷،تہذیب الکمال ج ۳۱ص ۲۴۸)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۳۱ھ: میں حضرت محمد بن خلاد بن ہلال الاسکندرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوزرعۃ ،ابوحاتم اورعلی بن الحسین بن الجنید رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (لسان المیزان لابنِ حجر ج۲ ص ۳۸۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۳۲ھ: میں حضرت ابویعقوب یوسف بن عدی بن زریق بن اسماعیل بن بسطام التیمی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،عبیداللہ بن عمروالرقی ، مالک بن انس،عبدالرحمٰن بن ابی الزناداور عثام بن علی العامری رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، آپ کے بیٹے محمداورامام بخاری،ابوحاتم، ابوزرعہ الرازیان اورابوامیہ الطرسوسی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ، آپ مصر میں تشریف لائے اورآخری عمرتک یہی سکونت پذیر رہے،آپ کی وفات منگل کے دن ہوئی،آخری عمرمیں آپ نابینا ہوگئے تھے،آپ مشہورمحدث زکریا رحمہ اللہ کے بھائی تھے،اوروہ آپ سے ۲ سال پہلے فوت ہوئے (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۶۷،تہذیب الکمال ج ۳۲ص ۴۴۱،سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۴۸۶،مغانی الاخیار ج۵ص ۳۰۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۳۲ھ: میں حضرت عباس بن الولید بن عبدالملک بن محمد عبداللہ بن عبید الغافقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ عباس النقی کے نام سے مشہور تھے (الاکمال لابنِ ماکولا ج ا ص ۱۰۲)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۳۳ھ: میں حضرت ابوطالب عبدالجبار بن عاصم الخراسانی النسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، جارود بن یزید النیشاپوری،حفص بن میسرۃ الصنعانی،عفان بن

سیار الجرجانی اور شعیب بن اسحاق الدمشقی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، صاعقہ بن ابی خیثمہ، حنبل بن اسحاق، ابوزرعہ اور ابوبکر بن علی المروزی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تھذیب التھذیب ج۶ ص ۹۳، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۷ ص ۳۵۰)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۳۳ھ**: میں حضرت ابواحمد محمد بن عایذ بن احمد القرشی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ولید بن مسلم، یحییٰ بن حمزہ الحضرمی، اسماعیل بن عیاش اور عطاف بن خالد رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، احمد بن ابوالحواری (یہ آپ کے ہم عصر بھی ہیں) ابوداؤد، ابوزرعۃ الرازی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، امام ابوزرعہ الدمشقی رحمہ اللہ نے اہلِ فتویٰ میں آپ کا شمار کیا ہے (تھذیب التھذیب ج۹ ص ۲۱۵، تھذیب الکمال ج۲۵ ص ۳۲۹، تاریخِ دمشق ج۵۳ ص ۲۹۴)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۳۵ھ**: میں حضرت ابوالحارث سریج بن یونس بن ابراہیم البغدادی المروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ہشیم، ولید بن مسلم بن ادریس، مروان بن معاویہ، وکیع اور ابنِ عیینہ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام مسلم، ابوبکر المروزی، ابوزرعہ، ابوحاتم اور عبداللہ بن احمد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حدیث کے معاملے میں امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ کی تعریف کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت ابوالحارث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ رب العزۃ کو خواب میں دیکھا (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی حاجت کا سوال کرو، تو میں نے عرض کیا کہ مجھ پر پورا پورا رحم کیجئے (تھذیب التھذیب ج۳ ص ۳۹۸، تھذیب الکمال ج۱۰ ص ۲۳۵)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۳۶ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عمرو السویقی البلخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام دراوردی، ہشیم، وکیع، ابنِ وھب، حاتم بن اسماعیل اور یحییٰ بن آدم رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ترمذی، ابوزرعہ، محمد بن الفرات، جبلہ بن مجاعۃ، اور ابوربیع محمد بن ربیع العامری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب التھذیب ج۹ ص ۳۳۷، تھذیب الکمال ج۲۶ ص ۲۲۴، التعدیل والتجریح ج۲ ص ۷۳۳)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۳۸ھ**: میں محمد بن عبدالرحمٰن اندلس کے خلیفہ بنے، ان کی خلافت کی مدت ۳۴ سال دس مہینے اور ۱۷ دن تھی، ۶۵ سال کی عمر پائی، ذوالقعدہ ۲۲۷ھ میں ولادت ہوئی اور صفر ۲۷۳ھ میں وفات ہوئی (تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ج۱ ص ۳)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۳۸ھ**: میں حضرت محمد بن بکار بن الریان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، فلیح بن سلیمان اور قیس بن ربیع الکبار رحمہما اللہ آپ کے استاد ہیں، ۹۳ سال کی عمر میں بغداد میں آپ کی وفات

Idara Ghufran

ہوئی (العبر فی خبر من غبر للذھبی ج ۱ ص ۸۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۱۳، تھذیب الکمال ج ۲۴ ص ۵۲۵)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۰ھ**: میں حضرت ابوالعباس الولید بن عتبہ الاشجعی الدمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابوضمرہ انس بن عیاض اللیثی، بقیہ بن الولید، حارث بن مسکین المصری (یہ آپ کے ہم عصر بھی ہیں) اور سعید بن منصور رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، احمد بن انس بن مالک المقرئ، احمد بن ابی الحواری (یہ آپ کے ہم عصر بھی ہیں) اور احمد بن سیار المروزی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کا گھر دمشق میں مسجدِ ابنِ عطیہ کے قریب تھا، اور اسی مسجد میں آپ حدیث کی تعلیم دیتے تھے ''وقیل توفی فی جمادی الاولیٰ'' (تھذیب الکمال ج ۱ ۳ ص ۴۹)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۲ھ**: میں حضرت ابواسحاق احمد بن اسحاق بن الحصین بن جابر السلمی السرماری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، یعلیٰ بن عبید، عثمان بن عمر بن فارس اور عبداللہ بن موسیٰ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ کے بیٹے ابوصفوان اسحاق بن احمد اور امام بخاری، بکر بن منیر اور عبیداللہ بن واصل رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کے بیٹے ابوصفوان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (عباسی خلیفہ) مامون نے میرے والد صاحب کے لئے تیس ہزار درہم، دس گھوڑے اور ایک لونڈی ہدیہ میں بھیجی لیکن میرے والد صاحب نے اس کو قبول نہیں کیا، آپ بہت سے معرکوں میں کافروں کے خلاف دادِ شجاعت دیتے رہے، اسی وجہ سے آپ بہادری میں ضرب المثل تھے، عبیداللہ بن واصل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابواسحاق سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ میں نے اپنی اس تلوار سے ہزار کافروں کو قتل کیا ہے، اگر یہ بات بدعت نہ ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ میرے ساتھ میری تلوار کو بھی دفن کیا جائے، آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ:

''لشکر کے امیر کے اندر چند عادتوں اور خصلتوں کا پایا جانا ضروری ہے: **(۱)** اس کا دل شیر کی طرح ہو کہ اس میں بزدلی نہ ہو **(۲)** اور بڑائی کے اظہار میں چیتے کی طرح ہو کہ تواضع وخاکساری نہ دکھائے **(۳)** بہادری میں بھیڑیے کی طرح ہو کہ اپنے جوارح سے سب کو ہلاک کر ڈالے **(۴) حملہ** کرنے میں خنزیر کی طرح ہو جو آگے بڑھتے ہوئے پیٹھ دکھانا جانتا ہی نہ ہو **(۵) لباس** میں چٹان کی طرح ہو (یعنی سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہو خَود، زِرہ، وغیرہ پہنی ہو) **(۶)** اور صبر میں گدھے کی طرح ہو **(۷)** اور تعاقب وپیچھا کرنے میں کتے کی طرح ہو اگر اس کا شکار آگ میں داخل ہوتا ہے تو وہ کتا بھی اس کے پیچھے آگ میں داخل ہو جاتا ہے **(۸)** موقعہ کی تلاش میں مرغ کی طرح ہو (تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۱۱،

سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۰،تھذیب الکمال ج ۱ ص ۲۶۳،التعدیل والتجریح ج ۱ ص ۲۹۲)

☐......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۲ھ**: میں حضرت ابوابراہیم اسحاق بن ابراہیم بن نصر البخاری السعدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابواسامہ، حسین بن علی الجعفی، محمد بن عبید، یحییٰ بن آدم اور عبدالرزاق بن ہمام رحمہم اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں، جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے آپ کو حدیث کے معاملے میں ثقہ قرار دیا ہے(تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۱۹۳، تھذیب الکمال ج۲ ص ۳۸۹)

☐......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۳ھ**: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن منیر المروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، احمد بن سلیمان المروزی، اسحاق بن راھویہ، اشہل بن حاتم، جعفر بن عون اور خالد بن عون رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابویعقوب اسرائیل بن اسمید ع اور عبدالرحمٰن بن محمد بن عیسیٰ المروزی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں''عندالبعض مات فی سنة احدی واربعین سنة'' (تھذیب الکمال ج۱۶ ص ۱۷۹)

☐......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۴ھ**: میں حضرت ابوعمر عمران بن خالد بن یزید بن مسلم بن ابی جمیل القرشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسماعیل بن عبداللہ بن سماعة، حاتم بن اسماعیل المدنی اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، امام نسائی، ابراہیم بن دحیم الدمشقی، احمد بن انس بن مالک، احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین بن سعد المصری اور احمد بن المعلیٰ بن یزید القاضی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں(تھذیب الکمال ج ۲۲ ص ۳۲۷،تاریخ دمشق ج۴۳ ص ۵۰۱)

☐......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۶ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ وہب بن بیان بن حبان الواسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مصر میں رہتے تھے، ابنِ عیینہ، ابنِ وھب، عبیدة بن حمید، یحییٰ بن سعید العطار اور حفص بن عمر النجار الواسطی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوداؤد، نسائی، احمد بن ابراہیم، احمد بن یحییٰ بن خالد بن حبان الرقی اور عبدان الاھوزی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہلِ مصر یہ کہا کرتے تھے کہ وھب بن بیان ابدال میں سے ہیں(تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۱۴۱،تھذیب الکمال ج ۳۱ ص ۱۱۹)

☐......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۷ھ**: میں حضرت ابومحمد سفیان بن وکیع بن الجراح الرواسی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اپنے والد اور ابنِ ادریس، ابنِ نمیر، ابومعاویہ، یحییٰ القطان اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام ترمذی، ابنِ ماجہ، بقی بن مخلد، زکریا الساجی اور ابوبکر بن علی المروزی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں(تھذیب التھذیب ج۴ ص ۱۰۹،سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۵۳،تھذیب الکمال ج ۱۱ ص ۲۰۳،الکامل لابنِ عدی ج۳ ص ۴۱۷)

☐......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۸ھ**: میں عباسی خلیفہ المنتصر باللہ کی وفات ہوئی، اس نے ترکوں کے ساتھ

مل کر اپنے والد متوکل علی اللہ کو قتل کرادیا تھا اور خود تخت پر قابض ہوگیا تھا، لیکن بعد میں اپنے والد کی موت کے غم میں بہت پریشان رہنے لگا تھا، اور چند ماہ بعد اس کو بھی ترکوں نے طبیب سے ساز باز کر کے زہر میں بجھے ہوئے آلہ سے فصد لگوایا جس کی وجہ سے یہ فوت ہوگیا، وفات کے وقت عمر ۲۵ سال ۶ ماہ تھی، مدتِ خلافت ۶ ماہ ۲ دن تھی (ولاۃ مصر لکندی ج ۱ ص ۶۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۵، تاریخ ملت ج ۲ ص ۳۶۸ تا ص ۳۷۱)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۴۸ھ**: میں عباسی خلیفہ المستعین باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ترکوں سے اختلافات کی وجہ سے اس کو بھی خلافت سے معزول ہو کر جان سے ہاتھ دھونے پڑے، عمر ۳۵ سال تھی، مدتِ خلافت ۳ سال ۸ مہینے اور ۲۸ دن تھی (ولاۃ مصر لکندی ج ۱ ص ۶۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۶)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۵۰ھ**: میں حضرت ابوعمرو نصر بن علی بن نصر بن علی بن صہبان الجھضمی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، قراءۃ کی روایت عرض کے طریق پر (کہ شاگرد پڑھے استاد سنے) اپنے والد رحمہ اللہ سے، اور عرض کے بغیر سماع کے طریقے پر (کہ استاد پڑھے اور شاگرد سنے) شبل بن عباد اور اسماعیل بن خالد رحمہما اللہ سے کرتے ہیں، ابوموسیٰ محمد بن عیسیٰ الہاشمی، محمد بن فرج التکری اور حسین بن علی بن حماد الازرق رحمہم اللہ آپ سے فنِ قراءت روایت کرتے ہیں، عباسی خلیفہ مستعین باللہ نے ایک مرتبہ آپ کو قاضی کے عہدے کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا کہ میں استخارہ کر کے جواب دوں گا، آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کھڑے ہوئے اور آپ کی وفات ہوگئی (غایۃ النھایہ فی طبقات القراء لابن الجزری ج ۱ ص ۲۲۵، حرف النون، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۳۶، تھذیب الکمال ج ۲۹ ص ۳۶۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۱۹، التعدیل والتجریح ج ۲ ص ۸۵۴) "وقیل مات فی سنۃ احدی وخمسین (تھذیب التھذیب ج ۱۰ ص ۲۸۵)"

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۵۰ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ حمزہ بن نصیر الاسلمی العسال المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: سعید بن ابی مریم، سعید بن کثیر بن عفیر، یحییٰ بن حسان، اسد بن موسیٰ اور عبداللہ بن محمد بن المغیرہ رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام ابوداؤد، علی بن احمد بن سلیمان علان اور ابوبکر احمد بن راشد بن معدان رحمہم اللہ (تھذیب التھذیب ج ۳ ص ۳۱)

□......**ماہِ ربیع الآخر ۲۵۰ھ**: میں حضرت ابومحمد عبید بن اسباط بن محمد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن میسرۃ القرشی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں، آپ کے والد اسباط بن محمد، عبداللہ بن ادریس، عبید بن سعید الاموی اور یحییٰ بن یمان رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام بخاری، ترمذی، ابنِ ماجہ، ابراہیم بن متویہ اور ابوحاتم رحمہم اللہ (تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۵۴، تھذیب الکمال ج ۱۹ ص ۱۸۶)

اصلاحی خطاب مفتی محمد رضوان

نفس کی قسمیں اور اس کے عوامل

وہ خطاب جو حضرت مدیر نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مورخہ ۱۹/صفر ۱۴۲۸ھ بمطابق 9 مارچ 2007ء بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل فرمایا اور مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ ونقل فرمایا (ادارہ......)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُہٗ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَاالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّیِّدِالسَّنَدِ الْعَظِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآاُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ. وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ(سورۃ القیٰمۃ آیت نمبر ۱،۲)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ رب العٰلمین.

قرآن مجید میں نفسِ لوّامہ کی قسم

معزز حضرات! قرآن مجید کی جو آیات تلاوت کی گئی ہیں اُن میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسم اُٹھائی ہے ایک تو قیامت کے دن کی قسم اُٹھائی ہے اور دوسرے نفسِ لوامہ کی قسم اُٹھائی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی قسم اُٹھانا اُس چیز کے قابلِ احترام اور قابلِ عظمت ہونے کی دلیل ہوا کرتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے نفسِ لوامہ کی قسم اُٹھائی تو اس سے معلوم ہوا کہ نفسِ لوامہ کوئی قابلِ احترام اور قابلِ تعریف چیز ہے، نفس کے مشہور معنیٰ جان یا روح کے ہیں اور لوّامہ عربی میں لوم سے بنا ہے جس کے معنیٰ ملامت کرنے کے ہیں۔

نفس کیا ہے؟

دراصل یہ نفس انسان کے اندر چھپی ہوئی ایک ایسی طاقت کا نام ہے جو فطری طور پر انسان کو برائیوں پر ابھارتی اور نیکیوں سے روکتی ہے، یہ نفس کا اپنا فطری تقاضا اور اپنا مزاج ہے، اس اعتبار سے انسان کا ہر نفس

Idara Ghufran

اپنی ذات میں تو نفسِ امارہ بالسوء یعنی بُرے کاموں کی خواہش اور تقاضا کرنے والا ہے، وہ الگ بات ہے کہ جب انسان اس کی خواہشات اور تقاضوں کو پورا نہ کرے اور ان کو دبائے تو اس کا نفس نفسِ لوّامہ یعنی بُرے کاموں پر ملامت کرنے والا اور اُن سے توبہ کرنے والا بن جاتا ہے اور جب نفس کے خلاف مجاہدے کرتے کرتے اس حالت میں پہنچ جائے کہ بُرے کاموں کا تقاضا نہ کرے تو وہ نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے اور یہی تین قسمیں نفس کی ہیں، جن پر ابھی ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ روشنی ڈالی جائے گی۔

نفس کی ان تین قسموں کے بارے میں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے نفس ہمیشہ نفسِ مطمئنہ ہوتے ہیں، نعوذ باللہ نفسِ امارہ یا نفسِ لوامہ نہیں، وہ الگ بات ہے کہ انبیائے کرام کے نفوس اتنے اعلیٰ درجہ پر فائز اور اتنے منجھے اور سُدھرے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ ان کاموں یا اُن چیزوں کے سرزد ہونے پر بھی ان کو ملامت کرتے اور توبہ تائب ہوتے ہیں کہ جو کام گناہ کی فہرست میں شامل نہیں۔

نفس نظر کیوں نہیں آتا؟

لیکن اس سے پہلے ایک شبہ کا جواب معلوم ہوجانا چاہیے جو بعض لوگوں کو پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب نفس انسان کے اندر چھپی ہوئی کوئی طاقت ہے تو یہ نفس کسی مشینری اور کیمرے سے نظر کیوں نہیں آتا جبکہ انسان کے جتنے بھی باطنی یا ظاہری اعضاء ہیں، ان سب کی تحقیق اور ریسرچ ہوچکی ہے؛ اور اب کوئی چیز بھی انسانی اعضاء میں سے ایسی نہیں ہے جو تحقیق کے نتیجے میں چھپی ہوئی ہو؛ لیکن آج تک ماہرین اور محققینِ فن نے نفس کے بارے میں کوئی تحقیق پیش نہیں کی کہ نفس کی شکل میں بھی کوئی چیز انسان کے اندر موجود ہے۔

ہر موجود چیز کا نظر آنا ضروری نہیں

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر موجود چیز کے لیے اس کا نظر آنا ضروری نہیں ہوتا کہ جو چیز بھی موجود ہو وہ نظر بھی آئے اور اگر نظر نہ آئے تو موجود ہونے کا انکار کیا جائے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ ''ہر موجود کا مرئی ہونا ضروری نہیں ہے''، مرئی کا معنیٰ ہیں نظر آنے والی چیز اور موجود کے معنیٰ ہیں جس چیز کا وجود ہو، تو قاعدہ یہ ہے کہ ہر موجود کے لیے مرئی یعنی ظاہری آنکھوں سے نظر آنے والی ہونا ضروری نہیں ہے گویا کہ بعض موجودات مرئی اور نظر آنے والی ہوتی ہیں اور بعض نظر آنے والی نہیں ہوتیں۔

بہت سی موجود چیزیں ایسی ہیں جن کے وجود کو ہم تو کیا دنیا کے سارے عقل مند لوگ تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ ہمیں اپنی ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتیں اور انہیں آنکھوں سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ دوسرے حواس سے

پہچانا جاتا ہے، چنانچہ بعض چیزوں کے وجود کا احساس انسان کو اپنے کانوں کے ذریعے ہوتا ہے آنکھوں کے ذریعے سے نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی دیوار کے پیچھے سے بول رہا ہو اور بولنے والا انسان آواز سننے والے کو نظر نہ آرہا ہو تو یہاں انسان اس آواز کے وجود کا قائل آنکھوں سے دیکھنے کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کانوں کے ذریعے سے ہوتا ہے، اسی طریقے سے بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا وجود ہوتا ہے لیکن وہ نہ آنکھوں سے نظر آتی ہیں اور نہ کانوں کے ذریعے سے ان کے وجود کو سنا جاسکتا ہے بلکہ ان کے وجود کو زبان کے ذریعے سے چکھ کر محسوس کیا جاتا ہے مثلاً کسی چیز کا ذائقہ کڑوا ہے یا میٹھا ہے یا نمکین ہے یا کھارا ہے یا پھیکا ہے، تو اس ذائقہ کا احساس انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یا اپنے کانوں سے سن کر نہیں کرسکتا بلکہ انسان اپنی زبان سے چکھ کر محسوس کرتا ہے کہ یہ چیز پھیکی ہے، کڑوی ہے، یا میٹھی ہے تو یہ جتنے بھی ذائقوں کی قسمیں ہیں، ان ذائقوں کے وجود کا احساس انسان کو زبان کے ذریعے سے ہوتا ہے، اسی لیے اگر کسی انسان کی اللہ کے حکم سے قوتِ ذائقہ ختم ہوجائے تو پھر اس انسان کو ذائقے خود سے محسوس نہیں ہوتے ، اسی طرح میں آپ کے سامنے گفتگو کر رہا ہوں تو آپ میرے جسم اور ہونٹوں کی حرکت کو تو دیکھ رہے ہیں لیکن میری زبان کی آواز کو نہیں دیکھ رہے بلکہ اسے اپنے کانوں سے سن رہے ہیں تو اب اگر کوئی یہی کہے کہ میں آواز کے وجود کو نہیں مانتا اس لیے کہ مجھے آواز نظر نہیں آرہی تو اسے احمق کہا جائے گا۔

اسی طرح معدے میں بھوک، پیاس کا احساس ہوتا ہے لیکن خود بھوک پیاس نظر آنے والی چیز نہیں۔

اگر کہا جائے کہ انسان کو بھوک اس وقت لگتی ہے، جب اس کا معدہ خالی ہوتا ہے اور جب بھرا ہوا ہوتا ہے تو بھوک نہیں لگتی اور معدہ کا خالی یا بھرا ہوا ہونا آج کل جدید مشینوں سے دیکھا جاسکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات انسان کا معدہ خالی ہوتا ہے، مگر کسی وجہ سے بھوک نہیں لگتی اور بعض اوقات بھرا ہوا ہوتا ہے مگر بھوک ختم نہیں ہوتی، لہٰذا یہی کہنا پڑے گا کہ معدہ کا خالی یا بھرا ہوا ہونا خود بھوک نہیں بلکہ بھوک کی علامت ہے۔

اس کے علاوہ سینکڑوں اور ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جن کے وجود یا موجود ہونے کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے مگر وہ آنکھوں سے نظر نہیں آتیں، اور آج کل سائنس کا دور ہے، اس سائنس کے ذریعہ تو ایسی بے شمار چیزیں دنیا تسلیم کرچکی ہے جن کو آنکھوں سے دیکھا جانا ممکن نہیں، اس لئے اب اس قسم کی باتیں یا شبہات کی کوئی حیثیت نہیں رہی کہ نفس کا اگر وجود ہے تو وہ نظر کیوں نہیں آتا۔

خلاصہ یہ کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو آنکھوں سے نظر نہیں آتیں لیکن عقل مند لوگ اِن آنکھوں سے نظر نہ

Idara Ghufran

آنے والی چیزوں کے وجود کے قائل ہیں۔

نفس کے وجود کے لیے اس کا نظر آنا ضروری نہیں

اسی طرح اگر انسان میں نفس کی شکل میں کوئی طاقت ہو اور وہ آنکھوں اور دوربین سے نظر نہ آتی ہو تو پھر ایسی صورت میں اس نفس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

نفس کا فطری تقاضا کیا ہے؟

اور جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ یہ نفس فطری طور پر انسان کو برائیوں پر ابھارتا اور نیکیوں سے روکتا ہے، اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک موقعے پر نفس کے بارے میں فرمایا:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا . فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا (سورة شمس آیت ۷و۸)

''کہ قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اس کو ٹھیک بنایا، پھر اس میں بدکرداری اور پرہیزگاری کو ڈال دیا''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس میں نیکی اور گناہ دونوں کی صلاحیت واستعداد رکھی ہے، اور انسان کو یہ اختیار دیدیا کہ وہ اپنے قصد وارادہ سے نیکی کی راہ کو اختیار کرے، یا گناہ کی راہ کو اختیار کرے۔

یہاں غورطلب بات یہ ہے کہ نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فسق وفجور کا ذکر پہلے فرمایا اور تقوے کا ذکر بعد میں فرمایا جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ انسان کے اندر چھپی ہوئی نفس کی شکل میں جو طاقت اور قوت ہے وہ طبعی طور پر اور اپنے مخصوص مزاج کے اعتبار سے انسان کو فسق وفجور کی طرف لے جاتی ہے، نیکیوں کی طرف اور تقوے اور پرہیزگاری کی طرف نہیں لے جاتی، البتہ جب اس نفس کی تربیت ہوجاتی ہے اور اس کی اصلاح اور تزکیہ ہوجاتا ہے تو پھر اس کے فسق وفجور کی طرف مائل کرنے کی صلاحیت کمزور پڑجاتی ہے اور وہ طاقت اور وہ قوت جو برائی کی طرف لے جارہی تھی وہی قوت انسان کو اچھائی کی طرف لے جانا شروع کردیتی ہے؛ اس مرحلے پر انسان کے نفس کا تزکیہ ہوجاتا ہے۔

نفس کی تین قسمیں

اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں کئی مقامات پر نفس کا ذکر فرمایا ہے، ان سب کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کی تین قسمیں ہیں۔

Idara Ghufran

ایک نفسِ امارہ، دوسرے نفسِ لوامہ اور تیسرے نفسِ مطمئنہ۔

نفس کی ان تینوں قسموں کا نام بھی اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا ہے، یہ تینوں الگ الگ نفس نہیں ہیں بلکہ نفس کے مختلف درجات ہیں ایک مرحلے اور درجے پر نفس کا عمل امارہ کی شکل میں ہوتا ہے اور دوسرے مرحلے پر اسی نفس کا عمل لوامہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور تیسرے مرحلے پر یہی نفس مطمئنہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۱)......نفسِ امّارہ اور اُس کا طرزِ عمل

نفس کیونکہ اپنی فطرت کے اعتبار سے امّارہ بالسوء ہوتا ہے یعنی انسان کو بُرے کاموں کی طرف بلانے اور غلط کاموں میں مبتلا کرنے کا متقاضی ہوتا ہے، اسی لئے قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے ''اِنَّ النَّفْسَ لَاَ مَّـارَةٌۢ بِـالسُّوْٓءِ '' (سورہ یوسف آیت ۵۳) کہ بلاشبہ نفس تو برائی کا ہی حکم کرنے والا ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن خود تمہارا نفس ہے، جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے۔

جس مرحلے پر نفس کی خواہشات خالصتاً بُری ہوں تو اس کو نفسِ امارہ کہا جاتا ہے اور برائیوں میں سب سے بری چیز شرک اور کفر ہے، تو جس کا نفس شرک اور کفر کو پسند کرتا اور چاہتا ہے تو ایسے شخص کا نفس نفسِ امارہ ہے، اس کی خواہشات ہمیشہ بُری ہوتی ہیں، اچھی نہیں ہوتیں اور اگر کبھی کسی اچھی چیز کو چاہ بھی لیتا ہے تو اچھے پہلو سے نہیں چاہتا بلکہ برا مقصد ہی ہوتا ہے تو یہ نفسِ امارہ ہے جو کفر وشرک کو پسند کرتا ہے، وہ برائی کرتا رہتا ہے لیکن برائی کے بعد اسے شرمندگی اور احساس نہیں ہوتا کہ میں نے کوئی برا کام کیا ہے گویا اس کی اچھی اور بری چیز کو پہچاننے کی حس ہی ختم ہو جاتی ہے اور ہم دوسرے لفظوں میں نفسِ امارہ کو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اندھا اور نابینا ہوتا ہے، اسے اچھی چیز نظر نہیں آتی۔

(۲)......نفسِ لوامہ اور اُس کا طرزِ عمل

نفسِ لوّامہ سے مراد وہ نفس ہے جو اپنے اعمال کا محاسبہ کر کے انسان کو ملامت کرتا رہے اور جو گناہ انسان سے سرزد ہو اُس پر اُسے شرمندہ کرے کہ تو نے ایسا غلط کام کیوں کیا؟ اور اگر خیر والے اور اچھے اعمال میں کوتاہی ہو تو اُس پر بھی ملامت کرے کہ تو نے فلاں اچھا کام کیوں نہیں کیا یا اس سے زیادہ نیک کام کیوں نہیں کیا تاکہ اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا؟

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے ایک مرتبہ سوال فرمایا کہ ایسے ساتھی کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جس کا یہ حال ہو کہ اگر تم اس کا اعزاز اکرام کرو اور اسے کھلاؤ پلاؤ (یعنی اس

کی خواہشات کو پورا کرو) تو وہ تمہیں بلا اور مصیبت میں ڈال دے، اور اگر تم اس کی توہین وتذلیل کرو، بھوکا ننگا رکھو (یعنی اس کی خواہشات کے خلاف برتاؤ کرو) تو وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس سے زیادہ برا تو دنیا میں کوئی ساتھی ہو ہی نہیں سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تمہارا جو نفس تمہارے پہلو میں ہے وہ ایسا ہی ساتھی ہے، جس مرحلے پر یہ نفس اچھائی اور برائی میں امتیاز کرنے لگتا ہے اور وہ پہچاننے لگتا ہے کہ یہ چیز اچھی اور یہ چیز بری ہے اور برائی ہوجانے کے بعد نفس کو برائی کا احساس ہوتا ہے کہ میں نے اچھا کام نہیں کیا بلکہ برا کام کیا اور اسے ملامت اور شرمندگی ہوتی ہے تو گویا کہ اس کا بیلینس اور توازن ایک درجے میں قائم ہوجاتا ہے اس نفس کا تعلق اور لنک (Link) نفسِ مطمئنہ اور نفسِ امارہ دونوں سے قائم ہوجاتا ہے، کبھی اچھائی کی طرف اور کبھی برائی کی طرف اور برائی ہوجانے کے بعد اس کا احساس اور شرمندگی، اور ندامت وملامت ہوتی ہے کہ تو نے برا کام کیا ہے اچھا کام نہیں کیا۔

(۳)...... نفسِ مطمئنہ اور اُس کا طرزِ عمل

مطمئنہ سکون والی چیز کو کہتے ہیں اور نفسِ مطمئنہ سے مراد وہ نفس ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں سکون وقرار پکڑتا ہے، اور اس سے ہٹ کر بے چینی محسوس کرتا ہے اور عادتاً یہ وہی نفس ہوسکتا ہے جو مختلف ریاضتیں اور مجاہدے کرتے کرتے اپنی بری عادات اور برے اخلاق دور کرچکا ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور یاد اس کا مزاج اور طبیعتِ ثانیہ بن چکی ہو، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نفسِ مطمئنہ بن جانے کے بعد ہمیشہ اس حالت پر اُس کا قائم رہنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس کی شوخی اور شرارت کبھی کبھی نمودار ہوتی رہتی ہے خاص طور پر جبکہ انسان ذرا غفلت اختیار کرے، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام کا نفس ہمیشہ اس حالتِ مطمئنہ پر قائم ودائم رہتا ہے، اور وہ کبھی بھی اس اطمینان والی حالت سے نیچے تنزلی نہیں کرتا۔

نفس کی مثال

بعض صوفیاء نے نفس کی مثال کتے کی طرح بتلائی ہے کہ جب تک کتے کو شکار کی تعلیم وتربیت نہ دی جائے اس وقت تک اگر وہ کوئی شکار کرے تو وہ حلال نہیں ہوتا اور جب کتے کو تعلیم وتربیت دی جائے اور وہ شکار اپنے لیے نہ کرے بلکہ مالک کے لیے کرے تو پھر اس کا شکار حلال ہوجاتا ہے، مسائل کی کتابوں میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے، تو جس طرح تعلیم وتربیت سے پہلے کتے کا شکار حلال نہیں ہوتا، اسی طرح

نفس کی تعلیم وتربیت سے پہلے اس کے تقاضے اور چاہتیں بھی حلال نہیں ہوتیں اور وہ صوفیائے کرام کی خاص زبان میں حظوظِ نفس کہلاتی ہیں، مگر جب اس کی تعلیم وتربیت ہوجاتی ہے، پھراس کے تقاضے اور چاہتیں اپنے لیے نہیں رہتیں بلکہ ان کا رُخ اللہ تعالیٰ کی رضاء کی طرف ہوجاتا ہے اوراس مرحلہ پران تقاضوں کو صوفیائے کرام ''حقوقِ نفس'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

نفس کی دوسری مثال

اور بعض صوفیا نے نفس کی مثال شریر گھوڑے کی طرح بیان کی ہے، یعنی جس طرح شروع میں شریر گھوڑا کام کاج کرنے اوراپنے اوپر سواری کرانے کے لئے تیار نہیں ہوتا لیکن جب اس کو تربیت دی جاتی ہے اوراس کو مہذب بنایا جاتا ہے اوراس کی بری عادتوں سے اسے پاک صاف کیا جاتا ہے تو پھروہ کام کاج کے لئے تیار ہوجاتا ہے اوردوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اُس کی طرف سے درمیان درمیان میں شوخی اور شرارت کا سلسلہ پھر بھی جاری رہتا ہے، جس کے لئے اسے تادیب کرنی پڑتی ہے، جس کے نتیجے میں اسے اپنی شرارت اور غلطیوں کا احساس ہوتا ہے اوروہ ان غلطیوں اورشرارتوں سے بچنے کا اہتمام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ پوری طرح مہذب ہوجاتا ہے اوراپنی شرارتوں اورشوخیوں سے پوری طرح باز آجاتا ہے، لیکن اگراس کی نگرانی نہ رکھی جائے یا اس کو ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو پھرشرارت کرتا ہے، بعینہٖ یہی حالت نفس کی بھی ہوتی ہے۔

نفس کی تیسری مثال

اور بعض صوفیائے کرام نے نفس کی مثال اژدھے کی طرح بیان کی ہے کہ جس طرح اژدھا خطرناک اورزہرآلود ہوتا ہے، اسی طرح نفس بھی اپنی ذات میں اوراپنی فطرت کے مطابق زہرآلود ہوتا ہے، لیکن جب اژدھا سردی میں ٹھٹھر جاتا ہے اوروہ ناواقف شخص کو مردہ معلوم ہوتا ہے، لیکن جب اس سے سردی کا اثرختم ہوتا ہے تو وہ پہلی حالت پرلوٹ آتا ہے، اسی طرح نفس بھی مجاہدے اورریاضت کرنے کے اثر سے مردہ محسوس ہونے لگتا ہے، لیکن جونہی اس سے غفلت اختیار کی جاتی ہے اوراس پر سے نگرانی اور مجاہدے وریاضت کا اثرختم ہوتا ہے تو وہ اپنی شرارت پرلوٹ آتا ہے اورحملہ آور ہوتا ہے۔

اسی لئے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نفس کے رذائل کا امالہ ہوجاتا ہے، ازالہ نہیں ہوتا، یعنی نفس کی تربیت واصلاح کرنے کے بعد نفس میں سے برائی کا مادہ ختم نہیں ہوتا، البتہ اس کا استعمال ختم ہوجاتا ہے۔

اورصوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ:

موتوا قبل ان تموتوا ''یعنی اپنی غیراختیاری موت سے پہلے اپنے اختیار سے مرجاؤ''

مطلب اس کا یہ ہے کہ حقیقی موت سے نفس کی خواہشات ختم ہوجاتی ہیں،تواس سے پہلے ہی انسان اپنے نفس کی خواہشات کودبالے۔

نفسِ لوّامہ کے لیے توبہ لازم ہے

نفس کو جب تربیت دی جائے اوراس کی اصلاح کی جائے تو پھراس میں یہ صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ برائی کو برائی سمجھ کراس پر شرمندہ ہوتا ہےاورانسان ملامت کرتا ہےتو یہ اس مرحلہ پر لوامہ ہوجاتا ہے۔

پھر جب تعلیم وتربیت کے اثرات سے یہ پاکیزہ ہوجاتا ہےتو وہ نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے۔

نفسِ مطمئنہ کواللہ تعالیٰ کا خاص قُرب حاصل ہونے کی وجہ سے سکون اوراطمینان کی نعمت حاصل ہوجاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ الرعد آیت ۲۸)

خبردار ہوجاؤ! اللہ تعالیٰ کی یاد سے دلوں کواطمینان حاصل ہوتا ہے

حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ:

اَلتَّوْبَةُ نَدَمٌ (مصنف ابن ابی شیبة ج۴، کتاب الدیات) یعنی ''توبہ ندامت کا نام ہے''

معلوم ہوا کہ توبہ نفسِ امارہ کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی، جب نفسِ امارہ ہوتا ہےتو انسان کوتوبہ کی توفیق نہیں ہوتی اور جب نفسِ لوامہ ہوتا ہےتو اسے توبہ کی توفیق ہوتی ہے کیونکہ لوامہ کے معنیٰ ہیں ملامت کرنے والا؛ اورتوبہ کے لیے ملامت لازم اورضروری ہے کیونکہ توبہ ہوتی ہی وہ ہے کہ انسان کوملامت ہو کہ میں نے براکام کیااچھا کام نہیں کیااوراسے اپنی غلطی کا احساس اوراس پرشرمندگی ہو؛اسی وقت انسان توبہ کرتا ہے تونفسِ لوامہ کے لیےتوبہ لازم ہےاس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوگئی کہ جومسلمان ایسا ہوکہ گناہ کرنے کے بعداسے بالکل ندامت اوراحساس نہ ہوتا ہوبلکہ اس سے بڑھ کر خدانخواستہ گناہ کرنے کے بعداسے خوشی محسوس ہوتی ہواورگناہ کا کام کرکے وہ فخرمحسوس کرتا ہوکہ میں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہےتو یہ فخرکرنا بالکل ندامت کی ضد ہے،اور جوانسان گناہ کرکے اس پرفخرکرتا ہےتو یہ عمل یا یہ کیفیت ایسی خطرناک ہے کہ اس سے انسان کا ایمان خطرے میں پڑجاتا ہے، چنانچہ آج ہمارے معاشرے میں ایسے بہت سے

گناہ ہیں جن کو اختیار کر کے ندامت تو کیا بلکہ فخر محسوس کیا جاتا ہے۔

اور رسموں کی شکل میں ایسے گناہ بہت زیادہ ہیں، شادی بیاہ کی رسمیں ہیں جن میں فضول اور بے جا پیسہ خرچ کیا جاتا ہے اور دوسرے گناہ کیے جاتے ہیں، غیروں کی مشابہت اختیار کی جاتی ہے اور ان کو اختیار کر کے فخر محسوس کیا جاتا ہے، پھر یہ رسمیں کرنے والے دو طرح کے لوگ ہیں ایک تو یہ وہ ہیں جو یہ کام کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان کاموں کو برا سمجھتے ہیں، غیروں کی نقالی کو مثلاً مہندی کی ہندوانہ رسم ہے اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ غلط رسم ہے اور مسلمانوں کی شایانِ شان نہیں ہے لیکن اس کے باوجود پھر بھی وہ اپنی برادری یا قوم کی وجہ سے اور ان کی ملامت سے بچنے کے لیے ان کو اختیار کیے ہوئے ہیں لیکن عقیدہ اور نظریہ یہی ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے اچھا نہیں ہے، یہ کام کرنے والا نہیں ہے بلکہ چھوڑنے والا ہے، لیکن یہ کام میں نے کرلیا ہے اور یہ کام کر کے میں نے غلطی کی ہے تو پھر ایسی صورت میں یہ گناہ ہے لیکن اگر کوئی اس کو فخر کا کام سمجھ کر اختیار کرتا ہے کہ یہ عزت اور فخر والی چیز ہے اور اس کو فخر کا کام سمجھ کر اختیار کرتا ہے تو ایسی صورت میں یہ چیز ایمان کے لیے خطرناک ہے؛ اس لیے کہ اس کے عقیدے کی کیفیت بدل چکی ہے۔

نفس وشیطان کے ساتھ عمر بھر کی کشتی

تو نفسِ لوامہ ایمان کی علامت ہے اور اگر نفسِ لوامہ نہ ہو اور گناہ کا کام کر کے ملامت کا احساس نہ ہو تو پھر یہ کفر کی علامت ہے، اس لیے کہ نفسِ لوامہ کا دونوں سے تعلق ہے، تقوے سے بھی تعلق ہے اور فسق وفجور سے بھی تعلق ہے، کبھی اِدھر چلا گیا کبھی اُدھر چلا گیا، اس کو ایک شاعر نے کہا کہ:

نہ چت کر سکے جو نفس کے پہلوان کو — تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی — کبھی تو دبالے کبھی یہ دبالے

یعنی اگر چت نہ کر سکے اور شکست نہ دے سکے تو ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے کہ میں تو اسے شکست نہیں دے سکتا لہٰذا ہار مان لوں؛ ایسا نہیں ہونا چاہیے؛ بلکہ اول مرحلے پر یہ ہے کہ اسے ہی چت کردو لیکن اگر چت نہ کر سکو تو کچھ زورِ بازو تو دکھاؤ، شکست اگر نہیں دے سکتے تو شکست کھاؤ بھی نہیں بلکہ مقابلہ کرتے رہو تو جب مقابلہ چلتا رہے گا تو یہ بھی کامیابی کی دلیل ہوگی ناکامی کی دلیل نہیں ہوگی کیونکہ یہ کم از کم درجے میں نفسِ لوامہ کی علامت تو ہے جو کہ ایمان کی دولت کی نشانی اور اس کی دلیل ہے اور اگر انسان نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ڈال لیے اور سوچ لیا کہ یہ تو چت ہوتا نہیں ہے اور خود ہی چاروں شانے چت ہو گیا تو ایسی

صورت میں یہ نفسِ امارہ بن جائے گا کیونکہ انسان اپنی صلاحیتوں کا استعمال چھوڑ دے گا اور نفسِ لوامہ اسے کفر کی طرف لے جائے گا، تو اول وقت میں جو نفس برائی کی طرف انسان کو لے جاتا ہے، اچھائی کی طرف نہیں لے جاتا تو یہ نفسِ امارہ کی شکل ہے اور اگر توبہ کی توفیق ہوتی رہتی ہے اور گناہ بھی ہوتا رہتا ہے، تو پھر یہ نفسِ لوامہ ہے اور یہ نفس بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں اس کی قسم اُٹھائی ہے ''لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ''

اور اللہ تعالیٰ قسم کسی ایسی چیز کی اُٹھاتے ہیں جس کی اہمیت اور عظمت ہوتی ہے اور وہ قابلِ احترام ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ نفسِ لوامہ بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں قابلِ قدر چیز ہے۔

نفسِ لوامہ کے درجے پر شیطان کا ایک دھوکہ

اس مرحلے پر بعض لوگ جو خاص طور پر وساوس کے مریض ہوتے ہیں یا کمزور نفسیات کے مالک ہوتے وہ نفسِ لوامہ کی صورت میں بھی بعض اوقات گمراہ ہو جاتے ہیں، وہ اس طرح کہ مثلاً وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو توبہ کر لی لیکن اس کے بعد پھر گناہ ہو گیا، تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے سے تو توبہ ہوتی ہی نہیں اس لیے کہ ہم گناہ ہو جانے کے بعد توبہ کرتے ہیں لیکن پھر گناہ ہو جاتا ہے تو اس لیے پریشان ہو جاتے ہیں۔

یہ شیطان کا ایک حملہ ہوتا ہے کہ وہ چھپ کر انسان کے اوپر وار کرتا ہے یہ نہیں دکھاتا کہ نفسِ امارہ سے ترقی کر کے اس شخص نے نفسِ لوامہ کا درجہ حاصل کر لیا ہے تو یقیناً وہ کامیابی کی طرف آیا ہے ناکامی کی طرف نہیں گیا اور ترقی کا راستہ اختیار کیا ہے تنزلی کا اختیار نہیں کیا لیکن شیطان نفس کا سب سے اعلیٰ درجہ انسان کو دکھاتا ہے کہ ابھی تو تمہارا نفس نفسِ مطمئنہ نہیں بنا، وہ نفسِ مطمئنہ جس میں گناہ نہیں ہوتا بلکہ نیکیوں ہی نیکیوں کی توفیق ہوتی رہتی ہے لہٰذا جب تک نفسِ مطمئنہ نہیں بنتا تو ساری جدوجہد اور کوشش بے کار ہے اس لیے اب آپ کو یہ کوشش کرنا فضول ہے، اس کوشش کا کیا فائدہ؟ جس کوشش کا کوئی ثمرہ اور نتیجہ ہی ظاہر نہیں ہوتا یعنی توبہ کی اور پھر گناہ ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ کوشش جو توبہ کی شکل میں ہو رہی ہے یہ تو فضول ہے لہٰذا تم اس کو چھوڑ اور دوسرا راستہ اختیار کرو۔

نفسِ لوامہ نفسِ مطمئنہ کا ذریعہ ہے

لہٰذا یہ شیطان کی ایک چال ہے؛ یاد رکھئے کہ نفسِ مطمئنہ بننے کا راستہ سوائے نفسِ لوامہ کے اور کوئی نہیں، اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ میرا نفس نفسِ مطمئنہ بن جائے، گناہ پوری طرح مجھ سے چھوٹ جائیں اور نیکیوں

کے راستے پر گامزن ہوکر متقی، پرہیزگار اور ولی اللہ بن جاؤں تو اس کا راستہ یہی ہے کہ اپنے نفس کو نفسِ لوامہ بنانے کی کوشش کرے، یہ نہ سوچے کہ ایک دم مجھ سے سارے گناہ چھوٹ جائیں اور میں بالکل پاکدامن، ولی اللہ اور مقدس بن جاؤں بلکہ اپنے نفس کو نفسِ لوامہ بنائے کہ گناہ ہوجائے تو اس پر توبہ کیا کرے، اگر نیکی کی توفیق نہ ہو تو توبہ کیا کرے اور اپنے نفس کو ملامت کرتا رہا کرے کہ تو نے بُرا کام کیا ہے، اچھا کام نہیں کیا؛ بار بار اس کو تنبیہ کیا کرے اس لیے کہ بار بار جب کسی کو اچھے طریقے پر ملامت کی جاتی ہے، جس کو کہتے ہیں تادیب تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک نہ ایک دن سُدھر ہی جاتا ہے۔

تادیب کے معنیٰ ہیں ادب دلانا، اور سزا کو بھی عربی میں تادیب کہتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ادب سکھانے کے لیے تنبیہ، تعزیر اور سزا کی ضرورت ہوتی ہے، تب ہی اس کے اندر سلیقہ اور ادب پیدا ہوتا ہے تو اسی طریقے سے نفس کو تنبیہ کرنے کی ضرورت ہوگی کہ جب گناہ ہوجائے تو نفس کو احساس دلائیں کہ تو نے گناہ کا کام کیا اور اچھا کام نہیں کیا لہٰذا اس پر تجھے توبہ کرنی چاہیے، اور اس کا طریقہ اللہ والوں نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اپنے نفس کا محاسبہ کیا کریں، اور اگر گناہ کی مقدار زیادہ ہے تو توبہ کی مقدار بھی زیادہ ہونی چاہیے؛ یہ نہیں کہ گناہوں کی زیادہ مقدار دیکھ کر انسان توبہ سے کنارہ کشی کرلے کہ توبہ کے باوجود جب گناہ نہیں چھوٹتے تو توبہ کا کیا فائدہ؟ بلکہ اسے چاہیے کہ گناہوں کا تناسب جس مقدار سے ہے، توبہ کا تناسب بھی اسی مقدار سے بڑھالے، اگر وہ گناہوں کے تناسب کو کم کرنا چاہتا ہے تو توبہ کے تناسب کو زیادہ کرے اگر کوئی یہ چاہے کہ گناہوں کے تناسب میں کمی آنی چاہیے لیکن توبہ کے تناسب میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ توبہ چھوڑ دیتا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ سے پاک صاف ہونے کے لیے صرف توبہ کا راستہ متعین کیا ہے اور وہ توبہ نہیں کرتا تو گناہوں سے پاک بھی نہیں ہوسکتا۔

توبہ نفس کی اصلاح کا بہترین ذریعہ

آج ہم لوگ توبہ کی نعمت سے بہت زیادہ محروم ہوچکے ہیں اور اس کی وجہ یہی بن چکی ہے کہ ہم لوگ جب دیکھتے ہیں کہ گناہ کا بہت دور دورہ ہے اور انسان ہمت نہیں کرتا کہ میں کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہوں بلکہ بزدلی اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور بزدلی ہی نفس وشیطان کے سامنے دکھاتا ہے تو اس وجہ سے پھر اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، لہٰذا توبہ ہی نفسِ لوامہ بنانے اور نفسِ لوامہ سے نفسِ مطمئنہ بنانے کا ذریعہ ہے اس لیے انسان کو جتنی توبہ کی توفیق ہوتی ہے، اتنی ہی زیادہ برائیوں سے بچنے کی بھی ہمت حاصل ہوتی ہے۔

اسی لیے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نفس کو شریر گھوڑے کی طرح سمجھو، گھوڑا اول وہلے میں اپنے اوپر سواری اور اپنے اوپر بوجھ نہیں رکھنے دیتا اور نہ ہی وزن اُٹھاتا ہے اور نہ ہی مسافروں کو لے کر جاتا بلکہ اسے آہستہ آہستہ اس کا عادی بنایا جاتا ہے تاکہ وہ عادی ہوجائے اور اس کی وحشت دور ہوجائے، اور وہ محسوس کرے کہ یہ کام میرے بس میں ہے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ شرارت چھوڑ دیتا ہے اور کام میں لگ جاتا ہے لیکن شرارت کا مادہ اس کے اندر پھر بھی رہتا ہے باوجودیکہ کہ وہ پوری طرح مؤدب ہوچکا ہے لیکن جونہی ڈھیلا چھوڑا جائے گا تو وہ اپنا شر استعمال کرے گا کیونکہ اس نے شر کا استعمال چھوڑا ہے، شر کا مادہ ختم نہیں ہوا، اسی طریقے سے نفس کی مثال ہے کہ نفس کے مؤدب بن جانے سے بھی اس کے اندر سے برائی کا مادہ نہیں نکلتا بلکہ اس کا استعمال شر سے خیر کی طرف ہوجاتا ہے لیکن اگر انسان غفلت اختیار کرے تو نفس فوراً اپنا زہریلا مادہ استعمال کرکے انسان کو نقصان پہنچاتا ہے اسی لیے ایک شاعر نے کہا کہ:

نفس اور شیطان ہیں خنجر در بغل وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل

کہ اگر انسان کا نفس سُدھر بھی جائے تب بھی اس سے لاپرواہ نہیں ہونا چاہیے، یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اب میں بچ چکا ہوں، اس کے اندر زہر موجود ہے، تھوڑی دیر بھی اسے چھوڑ دیا گیا تو یہ وار کرسکتا ہے، ایک شاعر نے کہا ہے:

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ اَمّارہ کا اے زاہد فرشتہ بھی اگر ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

تو اپنے نفس سے انسان کو کبھی بھی خوش گمان نہیں ہونا چاہیے کہ میں پاکیزہ اور مقدس ہوگیا ہوں اگر میں گناہ کے قریب جاؤں گا تو گناہ سے بچ جاؤں گا، اگر میں نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کروں گا تو گناہ سے بچ جاؤں گا، اب تو یہ بُری نگاہ سے دیکھتا بھی نہیں؛ بلکہ جب نفس کو موقعہ ملتا ہے تو یہ اپنے زہریلے مادے کو استعمال کرتا ہے لہٰذا گناہوں کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔

نفسِ مطمئنہ کی فضیلت واہمیت

آخر میں نفسِ مطمئنہ کی فضیلت واہمیت معلوم ہوجانی چاہیے۔

نفسِ مطمئنہ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے سکون حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت سے بے چینی محسوس کرتا ہے، اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً. فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ. وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورة الفجر آیات نمبر ۲۷ تا ۳۰)

یعنی ’’اے نفسِ مطمئنہ! تو اپنے ربّ کی طرف اس حالت میں لوٹ جا کہ تو اُس سے خوش ہے اور وہ تجھ سے خوش ہے اور پھر میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا‘‘

اللہ تعالیٰ طرف سے یہ خطاب فرشتوں کے واسطے سے نفسِ مطمئنہ کو یا تو مرنے کے وقت ہوتا ہے اور یا قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد یہ خطاب ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ موت کے وقت بھی یہ خطاب ہو اور موت کے بعد قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے سے پہلے بھی ہو۔

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نفسِ مطمئنہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اُس سے راضی ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نفسِ مطمئنہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں اپنی خواہشات کو فناء کر دیتا ہے اور اُس کی اپنی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جاتی ہے، اسی کو صوفیائے کرام ’’رضا بالقضاء‘‘ بھی کہتے ہیں

جنت میں داخل ہونا مخلص اور صالح بندوں میں شمولیت پر موقوف ہے

نفسِ مطمئنہ کو مخاطب کر کے یہ حکم ہوگا کہ میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا، اس میں پہلے اللہ کے صالح اور مخلص بندوں میں شامل ہونے کا حکم ہے، پھر جنت میں داخل ہونے کا؛ اس میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا اس پر موقوف ہے کہ پہلے اللہ کے صالح مخلص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو، ان سب کے ساتھ ہی جنت میں داخلہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ جو دُنیا میں صالحین کی صحبت ومعیت اختیار کرتا ہے، یہ علامت اس کی ہے کہ یہ بھی ان کے ساتھ جنت میں جائے گا۔

نیک صحبت اور اللہ والوں سے تعلق کی ضرورت

قرآن مجید میں ایک موقعہ پر ارشاد ہے:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورہ التوبة آیت ۱۱۹)

’’یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (تقویٰ اختیار کرو) اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے کر آگے جو دوسرا حکم ’’صادقین‘‘ کے ساتھ ہونے کا دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صادقین کی صحبت سے اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہوتا ہے، اور صادقین سے مراد وہ صالح اور اللہ والی ہستیاں ہیں جن کا قول اور فعل سچا یعنی شریعت کے مطابق ہوتا ہے۔

دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نفس کو لوامہ اور پھر نفسِ مطمئنہ بنائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لِلّٰهِ رب العلمين

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد یونس

والدین پر اولاد کے حقوق

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْرِمُوْ اَوْلَادِکُمْ وَاَحْسِنُوْا آدَابَھُمْ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کا اکرام کرواوران کو اچھے آداب سکھلاؤ (سنن ابنِ ماجہ)

تشریح: اس حدیث شریف میں اولاد کا اکرام کرنے اوران کو اچھے آداب سکھلانے کا حکم دیا گیا ہے، اولاد کا اکرام یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور امانت سمجھ کر ان کی قدر کی جائے اوران کے حقوق ادا کیے جائیں نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ اولاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو بندے کی آزمائش بھی مقصود ہوتی ہے اسی وجہ سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کو فتنہ (یعنی آزمائش) بھی فرمایا ہے اوراس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالامتحان بنایا ہے یہاں جو انسان بھی آیا ہے اس کا امتحان ہوا ہے، ہورہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ ہر بندے کا امتحان جدا طریقے سے لیا جارہا ہے، کسی کو اللہ تعالیٰ صحت مند بنا کر آزماتے ہیں، کسی کو بیمار بنا کر، کسی کو مال ودولت دے کر آزماتے ہیں کسی کو غربت دے کر، کسی کو حسن وجمال دے کر آزماتے ہیں، کسی کو بدصورت بنا کر، کسی کو آقا افسر بنا کر آزماتے ہیں، کسی کو ماتحت ملازم بنا کر، کسی کو نعمت دے کر آزماتے ہیں، کسی کو مصیبت دے کر غرضیکہ مختلف طریقوں سے لوگوں کی آزمائش کا سلسلہ جاری ہے آزمائش کے انہی طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد دے کر آزماتے ہیں کسی کو بے اولاد بنا کر، پھر اولاد والوں میں سے بعض کو صرف لڑکے دے کر آزماتے ہیں، بعض کو صرف لڑکیاں دے کر اور بعض کو لڑکے لڑکیاں دونوں دے کر آزماتے ہیں، چنانچہ قرآن پاک میں اس خدائی تقسیم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَاَوْیُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًاوَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا......الایہ (سورہ شوریٰ آیت ۴۹،۵۰)

ترجمہ: جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی کا اولاد والا ہونا یا بے اولاد ہونا، لڑکے لڑکیوں والا ہونا یا صرف لڑکوں والا یا صرف لڑکیوں والا ہونا یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت (مرضی) سے ہوتا ہے اور اس میں بندے کی آزمائش مقصود ہوتی ہے کہ کون اس تقسیم پر دل وجان سے راضی ہوتا ہے اور کون ناخوش ہوکر شکوہ شکایت میں لگتا ہے۔

قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں پوری وضاحت کے ساتھ مال واولاد کو امتحان کا ذریعہ بنایا گیا ہے فرمایا: ''اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ''

یعنی سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش کا ذریعہ ہیں۔

فتنہ عربی زبان کا لفظ ہے، لغت میں اس کے معنی ہیں ''سونے یا چاندی وغیرہ کو آگ پر پگھلا کر اس کا کھرا کھوٹا معلوم کرنا'' سونے چاندی کو آگ پر تپایا جائے تو اس کی حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ یہ خالص ہے یا نہیں؟ کیونکہ امتحان سے بھی انسان کا اندرونی کھرا پن اور کھوٹا پن ظاہر ہوجاتا ہے اسی وجہ سے اس لفظ کو آزمائش اور امتحان کے معنٰی میں بھی استعمال کیا جانے لگا تو مطلب یہ ہوا کہ انسان کا مال اور اس کی اولاد اس کے امتحان کا ذریعہ ہیں۔ یعنی مال واولاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسان کی آزمائش کرتا ہے کہ ان کی محبت میں مبتلا ہوکر احکام وفرائض سے غفلت کرتا ہے یا ان کی محبت کو اپنی حد میں رکھ کر اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوتا۔ مال واولاد کا امتحان اتنا سخت ہے کہ اکثر وبیشتر لوگ اس میں ناکام ہوجاتے ہیں اس لئے ان کے بارے میں شرعی احکام کا علم اور ان پر عمل کرنا بے حد ضروری ہے۔ سردست آزمائش کی چیزوں میں سے صرف ایک چیز یعنی اولاد کے حوالے سے کچھ باتیں عرضِ خدمت ہیں: اولاد کے امتحان میں ناکامی کی مختلف صورتیں اور ان کے متعدد اسباب ہیں چنانچہ اس امتحان میں ناکامی کی ایک شکل یہ ہے کہ بے اولاد لوگ (خصوصاً خواتین) اولاد کے حصول کی خاطر بے تحاشا اپنے مال اور وقت کو خرچ کرتے ہیں حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو دل وجان سے قبول کرلیں اور اپنے اس مال اور وقت کو اللہ تعالیٰ کی رضا والے کاموں میں استعمال کریں تو اس سے آخرت کی لازوال نعمتیں کس قدر حاصل کرسکتے ہیں۔ اور بعض لوگ (زیادہ تر خواتین) تو اولاد کے حصول کی خاطر اپنے دین ایمان کو بھی داؤ پر لگادیتے ہیں اور مختلف جعلی اور بناوٹی پیروں، فقیروں کے پاس جاجاکر مشرکانہ حرکات تک کرگزرتے ہیں یا مختلف (حقیقی یا مصنوعی) مزاروں پر غیر اللہ سے مانگنے اور ان کے نام کی نذرونیاز وغیرہ دینے کا عمل تسلسل سے جاری رکھتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں اور امتحان میں ناکام ہوجاتے ہیں اور بعض مرد محض اس بنیاد پر بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں۔

اس ناکامی کا سبب اللہ تعالیٰ کے تقدیری فیصلے پر راضی نہ ہونا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے کو سوچا جائے اور یہ سوچا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا میرے لئے اولاد نہ ہونے میں بھی بے شمار حکمتیں ہوں گی جو میں نہیں سمجھ سکتا لہٰذا میرے لئے اسی میں بہتری ہوگی نیز یہ بھی سوچا جائے کہ اگر میرے اولاد ہوتی تو معلوم نہیں کن مشکلات میں مبتلا ہو جاتا جو میری برداشت سے بھی باہر ہوتیں ان باتوں کو سوچ کر اللہ تعالیٰ کی موجودہ نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے۔ البتہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے جائز تدابیر کو اختیار کیا جا سکتا ہے جس میں جائز علاج اور جائز دم تعویذ اور دعا وغیرہ شامل ہے۔

اس امتحان میں ناکامی کی دوسری صورت یہ ہے کہ اولاد والے حضرات اپنی اولاد کی دنیوی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ملازمت اور کاروبار وغیرہ میں اس قدر مشغولیت اختیار کرتے ہیں کہ انہیں نہ نماز اور فرائض کے ادا کرنے کی فرصت ہوتی اور نہ حلال حرام کی فکر ہوتی ہے۔ صبح سے لے کر شام تک اپنے ذریعہ معاش میں ایسے لگتے ہیں جیسے ان کے دنیا میں آنے کا شاید یہی ایک مقصد تھا کہ کمائیں اور کھائیں اور ان کے ذمے صرف اولاد کے حقوق کا اور وہ بھی صرف ان کے دنیوی تقاضوں کو پورا کرنے کا ہی کام ہے چنانچہ ایسے لوگ سود، جوا، رشوت، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ، دھوکہ، فریب، جھوٹ، خیانت ہر طرح سے مال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں خود بھی حرام کھاتے ہیں اولاد کو بھی حرام کھلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں اس طرح دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں اس ناکامی کا سبب اپنی ذمہ داری کو ٹھیک طرح سے نہ سمجھنا ہے اور اس کا علاج اپنی شرعی ذمہ داری کا علم حاصل کر کے اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔ چنانچہ انسان کے ذمے اللہ تعالیٰ نے نابالغ اولاد کا نان نفقہ لازم کیا ہے اور انسان شرعاً اس بات کا ذمہ دار ہے کہ کوئی حلال ذریعہ معاش اختیار کرے اور جائز حدود میں رہتے ہوئے اولاد کی صرف جائز ضروریات کو پورا کرے اولاد کے غیر ضروری تقاضوں کو اپنے اوپر خواہ مخواہ ضروری سمجھ لینا یا ان کی بے جا فرمائشوں پر مال خرچ کرنے کو ضروری سمجھنا شرعاً درست نہیں حلال ذریعہ معاش سے جائز حدود میں رہتے ہوئے اولاد کی صرف جائز ضروریات کو پورا کرنا شرعاً انسان کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے اپنی ہمت اور مالی وسعت کو دیکھتے ہوئے اولاد کے ضروری تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اولاد کی وجہ سے اپنے خالق و مالک کو نہیں بھولنا چاہئے بڑے افسوس کا مقام ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے اور اپنی اولاد کے خالق و مالک اور حقیقی منعم کے احکام کو صرف اولاد کی

وجہ سے بھول جائیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں خبردار فرمایا ہے کہ اولاد اور مال تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کردیں چنانچہ فرمایا:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ الَاتُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآاَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِاللهِ (سورہ منافقون ایۃ ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں

اس امتحان میں ناکام ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ انسان اپنی اولاد کی دنیوی ضروریات اور تقاضوں کو تو حلال ذریعہ معاش سے جائز طریقے پر پوری کرتا رہے لیکن ان کو دین سکھلانے اور دینی تربیت کرنے میں کوتاہی کرے یہ کوتاہی آج کل بہت زیادہ عام ہے۔

بہت سے لوگ اپنی اولاد کے لئے روٹی کپڑے کا انتظام کرنا تو ضروری سمجھتے ہیں اور اپنی طرف سے اولاد کو اچھا کھلانے اچھا پہنانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے اور اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے اولاد اگر کسی جسمانی مرض میں مبتلا ہوجائے تو دنیا بھر کے حکیموں ڈاکٹروں اور عاملوں کے چکر لگالیں گے اور بے تحاشا پیسہ بھی خرچ کریں گے لیکن اگر اولاد کو کوئی روحانی روگ لگ جائے مثلاً یہ کہ وہ نماز نہ پڑھے یا اسے ٹی وی فلم دیکھنے کا چسکا پڑ جائے یا کسی اور گناہ کے کام میں مبتلاء ہوجائے تو اس کی طرف بالکل دھیان ہی نہیں جاتا کہ یہ بھی کوئی مرض ہے یا اس کے بارے میں بھی ہمیں کچھ سوچنا چاہئے یا کسی سے مشورہ کرنا چاہئے۔ یا کوئی تدبیر اختیار کرنی چاہئے۔

بعض والدین (خصوصاً خواتین) اپنی اولاد کی شکایت کرتے ہیں کہ وہ ان کا کہا نہیں مانتی کوئی ایسا تعویذ یا وظیفہ بتادیں جس سے وہ ہمارا کہنا ماننے لگ جائے (چاہے اللہ کا کہنا نہ مانے لیکن ہمارا کہنا کبھی نہ ٹالے) ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ اپنی اولاد کے بگاڑ میں ان کی اپنی غفلت بھی شامل ہے ان میں ایسے لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ملازمت یا تجارت میں کچھ اس طرح پھنسالیا ہے کہ بچوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے ان کے پاس وقت ہی نہیں بچتا حالانکہ انسان عموماً اپنی اولاد ہی کے لئے زیادہ کماتا ہے جب زیادہ کمانے میں لگنے کی وجہ سے خود اولاد ہی بگڑ جائے تو ایسا کمانا کس کام کا؟ عموماً لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی اسکول کالج کی نذر کردیتے ہیں یا محنت مزدوری پر لگادیتے ہیں نماز، روزہ سکھانے اور دین کے بنیادی احکام سمجھانے اور دینی فرائض پر عمل کرانے کی کوئی فکر نہیں کرتے، بچے بڑے ہوجاتے ہیں شادیاں بھی ہوجاتی ہیں، آگے ان کے بھی بچے ہوجاتے ہیں لیکن ان کو پاکی

ناپاکی، وضو غسل حیض نفاس، نماز، روزہ، زکوۃ حلال حرام پردہ وغیرہ کے بنیادی مسائل تک کا علم نہیں ہوتا بہت سے لوگ اپنے بچوں کی دنیوی تعلیم کی بڑی فکر کرتے ہیں اونچے درجے (ہائی لیول) کے ماڈرن اورانگلش میڈیم سکولوں میں ہزاروں روپے فیس دے کرمہنگی کتابیں کاپیاں لے کر دیتے ہیں اور ٹیوشن پر ہزاروں روپے کی فیس لگاتے ہیں اوراس پڑھائی کی وجہ سے بچوں کے نازنخرے علیحٰدہ برداشت کرتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود دین کی تعلیم دینے کی طرف یاان کی اخلاقی تربیت کرنے کی طرف بالکل دھیان نہیں دیتے اوراسی دنیوی تعلیم کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی اولاد کا حق ادا کردیا ہے یادرہے کہ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے اولاد کے ساتھ شفقت ومحبت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ انہیں دین کے ضروری احکام ومسائل کی تعلیم دی جائے اوران کی اخلاقی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ سچے پکے دینداراور کامل مسلمان بن کرساری زندگی گزاریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اولادانسان کے لئے آزمائش کا ذریعہ ہےاوراس امتحان میں کامیابی کے لئے اولاد کو دین پر ثابت قدم رکھنے کی اپنی طرف سے علمی وعملی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے ورنہ دنیوی وبال اور اخروی عذاب سے چھٹکارا پانا مشکل ہے۔وما علینا الا البلاغ

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۰ ''طہارت (پاکی) اورنجاست (ناپاکی) کا بیان''﴾

یعنی ان میں نقش ونگار، گل بوٹے وغیرہ بنے ہوں ان کا پونچھنا کافی نہیں دھونا ضروری ہے، کیونکہ پونچھنے سے نقش والی چیز کی کھردری سطح سے نجاست اچھی طرح زائل نہیں ہوتی، نجاستِ حقیقیہ سے پاکی کا تیسرا طریقہ خشک ہوجانا ہے یہ زمین اورزمین پر اگنے والے سبزے اورنباتات کے ساتھ خاص ہے کہ زمین پر نجاست تھے مثلاً جانور باندھتے تھے وہ اس جگہ پیشاب کرتا تھا، پھردھوپ، ہواوغیرہ سے زمین خشک ہوگئی اورنجاست کا اثرختم ہوگیا تو وہ زمین پاک ہوگئی اس پرنماز (بغیر کپڑا بچھائے) پڑھ سکتے ہیں، البتہ اس زمین کی مٹی سے تیمّم نہیں کرسکتے ، کیونکہ یہ زمین اپنی ذات میں خشک ہوکر پاک تو ہوگئی لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کرسکتی یعنی نجاستِ حکمیہ کو زائل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اور یہ زمین کا حکم زمین پراگنے والی ہر چیز کا ہے لہٰذا سبزہ وغیرہ اگرخشک ہوتواس پرنماز پڑھ سکتے ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ شاید کبھی کسی جانور کتے وغیرہ نے پیشاب نہ کیا ہوتو کیا بھی ہوتو اب خشک ہونے کے بعد یہ پاک ہے۔ (جاری ہے.........)

Iqra Ghufran

بسلسلہ: فقہی مسائل

عبدالواحد قیصرانی

طہارت (پاکی) اور نجاست (ناپاکی) کا بیان

دینِ اسلام اور شریعتِ مطہرہ میں ''پاکی'' کا ایک خاص مرتبہ اور بڑا اہم مقام و درجہ ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے: ''**اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ** (البقرۃ آیت۲۲۲)'' ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا (ومحبت کرتا) ہے خوب پاک رہنے والوں کو'' ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ (سورۃ المدثر آیت ۴) ''اور اپنے کپڑوں کو صاف کیجئے''

اور حدیث شریف میں پاکی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اسے ایمان کا ایک جزو اور حصہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''**الطھور شطر الایمان** (مسلم)'' ''پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے'' نیز طہارت اور پاکیزگی عبادات کے لئے بنیادی شرائط میں سے ایک اہم شرط ہے جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی، حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: ''**مفتاح الجنة الصلاة ومفتاح الصلاة الطھور** (احمد)''

ترجمہ: ''جنت کی چابی (Key) نماز ہے اور نماز کی چابی (Key) طہارت ہے''

اسی طرح ایک اور جگہ آپ ﷺ نے پاکی کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

لاتقبل صلاة بغیر طھور ولاصدقة من غلول (ترمذی)

ترجمہ: ''کوئی نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی اور کوئی صدقہ حرام مال سے قبول نہیں ہوتا''

طہارت کے لغوی معنیٰ ''صفائی'' ''نظافت'' اور ''پاکی'' کے ہیں، شرعی اصطلاح میں نجاست (ناپاکی) دور کرنے کو ''طہارت'' کہتے ہیں، اور نجاست کی دو قسمیں ہیں: (۱) حکمیہ (۲) حقیقیہ

نجاستِ حکمیہ: سے مراد انسان کی وہ حالت ہے کہ جس میں نماز اور قرآن مجید پڑھنا درست نہیں ہوتا (یعنی یہ ایک ایسی نجاست ہوتی ہے جو بظاہر دیکھنے میں نظر نہیں آتی لیکن شریعت کا حکم ہونے کی وجہ سے ناپاکی مان (تسلیم) کر کے اس سے پاکی حاصل کرنا فرض ہوتا ہے، اسی بناء پر اسے ''نجاستِ حکمیہ'' کہا جاتا ہے) نیز اسے ''حدث'' بھی کہتے ہیں، اس (حدث) کی دو قسمیں ہیں (۱) حدثِ اکبر (۲) حدثِ اصغر۔

حدثِ اکبر: انسان کی وہ حالت کہ جس میں بغیر غسل (نہائے) یا تیمّم کئے نماز پڑھنا، قرآن مجید کا پڑھنا

اور چھونا (اسی طرح بیت اللہ کا طواف کرنا اور مسجد میں داخل ہونا) جائز نہیں (یعنی حدثِ اکبر سے طہارت صرف غسل کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے لیکن اگر پانی کا استعمال کسی مجبوری یا عذر کی وجہ سے ممکن نہ ہوتو شریعت کی طرف سے ایسی صورت میں تیمّم کی بھی اجازت ہے) اور حدثِ اکبر درجِ ذیل صورتوں میں لاحق ہوتا ہے:

(۱) جنابت: یعنی آدمی کا جنبی ہونا (اس کی مکمل تفصیل ''غسل'' کے احکام میں آئے گی)

(۲) حیض یعنی عورت کو ماہواری کا خون آنا (Menses)

(۳) نفاس یعنی عورت کو ولادت کا خون آنا (Delivry Bleeding)

(ان تینوں قسموں کے احکام اور مکمل تفصیل آگے چل کر بیان کریں گے، ان شاءاللہ)

حدثِ اصغر: انسان کی وہ حالت کہ جس میں بغیر وضو یا تیمّم کیے نماز پڑھنا درست نہیں ہاں قرآن مجید بغیر چھوئے پڑھنا درست ہے۔

نجاستِ حقیقیہ: وہ نجاست ہے جو حسی وجود رکھتی ہو اور دیکھنے میں نظر آتی ہو اور یہ نجاست انسانی بدن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ انسانی جسم، لباس، اور دنیا کی ہر چیز میں پائی جاسکتی ہے، شریعتِ مطہرہ نے اسے ناپاک قرار دیا ہے اور ایسی چیزوں کو عموماً سلیم الفطرت اور پاک طبیعت کا حامل انسان بھی ناپاک اور گندہ سمجھتا اور نفرت کرتا ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ، خون، شراب اور منی ومذی وغیرہ، ایسی نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کے لئے خود اس نجاست کا دور کرنا ضروری ہے، مختلف چیزوں میں ان نجاستوں کو دور کرنے کے مختلف طریقے ہیں، جسم، کپڑے یا ہر وہ چیز جو مسام دار ہو اور جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو ان میں نجاست لگ جائے تو دھونا ضروری ہے، لیکن دھونے کے لئے پانی ہونا ضروری نہیں، پانی کے علاوہ دوسرے پاک سیال مادے جیسے پٹرول، مٹی کا تیل، عرقِ گلاب وغیرہ جو کہ نجاست کو بہانے اور زائل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ان سے بھی یہ نجاست (جو جذب کرنے والی چیزوں پر لگتی ہے) دور کی جاسکتی ہے، شیشہ، پلاسٹک اور دھاتوں اور ان سے بننے والی چیزوں جیسے برتن، چھری، چاقو وغیرہ اور اس طرح چمڑا اور اس سے بچنے والی چیزوں میں اگر نجاست لگ جائے تو اگر سیال نجاست ہو جیسے شرب، پیشاب وغیرہ تو پانی وغیرہ پاک سیال مادے سے دھونا ضروری ہے، اور اگر گاڑھی ہو جیسے گوبر وغیرہ تو اچھی طرح پونچھ لینا کہ کوئی اثر اور جزء نجاست کا اس چیز پر باقی نہ رہے یہ بھی کافی ہے، لیکن وہ دھاتوں، شیشہ اور پلاسٹک وغیرہ سے بننے والی اشیاء اور برتن وغیرہ جو منقش ہوں ﴿بقیہ صفحہ ۳۸ پر ملاحظہ ہو﴾

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۶)

معیشت اور دولت کی پیداوار کے ابتدائی ذرائع

دولت یعنی ضروریاتِ زندگی کے حصول کے ابتدائی فطری ذریعے زراعت، صنعت وحرفت اور گلہ بانی (مویشیوں کی افزائشِ نسل) ہیں جو قدیم زمانے سے چلے آرہے ہیں، [۱] ان کے بعد تجارت ہے جس

---

[۱] اس موقعہ پر بندہ امجد کا ذہن یکا یک ایک حقیقت اور ایک افسانہ کی طرف منتقل ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسان کی دنیا میں آمد کے وقت سے ہی فطری زندگی گذارنے کے لوازمات کے متعلق اسے رہنمائی ملنی شروع ہوگئی تھی، چنانچہ دنیا میں آنے والے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام (اور ان کی بیوی حضرت حواء علیہا السلام) ہیں جس کا قرآن پر ایمان ہو بلکہ بائبل پر بھی اگر کوئی ایمان رکھتا ہو تو وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا، اور آدم علیہ السلام سارے انسانوں کے باپ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے نبی بھی تھے، اور نبی براہِ راست اللہ تبارک وتعالیٰ سے معاش ومعاد کے متعلق علم ومعرفت پاتا ہے، پس ضرور آدم علیہ السلام کو دینی واخروی علوم وحقائق کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی گذارنے اور اس کے لوازمات وفطری تقاضوں کی بجاآوری کے سلسلے میں کامل رہنمائی منجانب اللہ حاصل ہوگئی تھی، چنانچہ آیت ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا''میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے اور ایک دوسری آیت میں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی قربانی کا ذکر ہے''وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ م اِذْقَرَّ بَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ. قَالَ لَا قْتُلَنَّکَ. قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (المائدہ آیت ۲۷)''اس قربانی کی تفصیل روایت میں یہ کی گئی ہے کہ ایک بیٹے ہابیل نے مویشی پال رکھے تھے اس نے ایک عمدہ دنبہ قربانی میں پیش کیا، اور قابیل زمینداری کرتا تھا، کاشت کار تھا، اس نے کچھ اناج وغلہ قربانی میں پیش کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ زراعت وباغبانی اور گلہ بانی کے پیشے دنیا میں انسان کے ساتھ شروع سے ہی آئے:

کما قال ابن جریر، حدثنا ابنِ بشار، حدثنا محمد بن جعفر حدثنا عوف عن ابی مغیرة عن عبدا للہ بن عمرو قال ان ابنی آدم الذی قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الآخر کان احدهما صاحب حرث والآخر صاحب غنم الخ (تفیسر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۰، معارف القرآن ج۳ ص ۱۱۲)

اور ہابیل قابیل کے پیشوں کے متعلق توراۃ کا بیان بھی یہی ہے (ملاحظہ ہو کتاب پیدائش ۴، ۳، ۸ بحوالہ تفسیر ماجدی ج ا ص ۸۹۲)

اور اسلامی واسرائیلی روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کے انبیائے کرام انسانوں کو دنیوی صنعت وحرفت کے مختلف فن، اور معاش وگذران کے مختلف طریقے اور زمینی وکائناتی اشیاء سے فائدہ اٹھانے کے سلیقے تعلیم فرماتے تھے، اس طرح انبیائے کرام کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی نہ صرف روحانی رہنمائی کا انتظام فرمایا بلکہ مادی وجسمانی اور دنیوی حاجات وضروریات کی فراہمی کا نظام بھی اس مقدس جماعت کے ذریعے، انسانی زندگی کی ابتداء سے ہی انسانوں کو تعلیم فرمایا، اسلامی کتب تاریخ میں اس کے واضح آثار وشواہد موجود ہیں کہ یونانی، مصری اور بابلی تہذیبوں، ترقیوں اور بنیادی علوم کے سرچشمے پیچھے جاکر انبیاء کی تعلیمات پر منتہی ہوتے ہیں، حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق اسرائیلی ماٴخذ میں بھی جو تفصیلات ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ بہت سے بنیادی پیشے اور فنون وصنعتیں اس نبی کے ذریعے انسانوں کو عطا ہوئے، یہ تو تھی حقیقت (حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: فتح الباری ج ۶، البدایہ والنہایہ ج ا، قصص القرآن سیوہاروی ج ا)

اب تصویر کا دوسرا افسانوی رخ دیکھیں کہ دانایانِ فرنگ نے استعماری دور میں **﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾**

کی دوہری اہمیت ہے، یہ جہاں حصولِ دولت کا بڑا اور عام ذریعہ ہے وہاں یہ تقسیمِ دولت کے نظام میں بھی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، تجارت ہی کے ذریعہ ساری ضروریاتِ زندگی (خواہ زراعت سے حاصل ہوں یا صنعت وحرفت اور گلہ بانی سے) سارے معاشرے میں بٹتی ہیں اور دنیا کے کونے کونے تک پہنچتی ہیں اور منڈی و مارکیٹ سے لے کر کوچہ وبازار تک پھیلتی ہیں، اس کے بعد اجارات یعنی کرایہ داری اور محنت ومزدوری کی بے شمار اور متنوع قسمیں ہیں، جس کے تحت ہر مفید اور قابلِ منفعت شئ خواہ وہ زمین، مکان، عمارت وغیرہ کی شکل میں غیر منقولہ چیزیں ہوں یا اوزار وآلات اور دیگر چھوٹی بڑی مفید اور کارآمد اشیاء اور حیوانات ومویشی ہوں یا آج کے جدید ذرائع مواصلات (نقل وحمل اور بحری وہوائی جہازوں سے لے کر سڑک پر چلنے والی چھوٹی بڑی ٹریفک تک) کوئی بھی چیز ہو ان کا مالک بنے بغیر اجرت وخدمت اور مدت وغیرہ طے کرکے اس چیز کے منافع عارضی طور پر حاصل کئے جاتے ہیں اور اسی طرح اجارات کے اس باب میں انسان کی ذہنی وعملی خدمات اور صلاحیتیں بھی شامل ہیں جس کے ذریعے انسانوں کے آپس میں بے شمار کام نکلتے ہیں، ذہنی عملی خدمات اور ہنر وصلاحیتیں استعمال کرنیوالا اس خدمت ومحنت کے بدلے میں دولت کماتا ہے اور اس سے اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرتا ہے اور اس خدمت ومحنت اور ہنر وصلاحیت کو بالعوض حاصل کرنے والے کی وہ ضرورت اور حاجت پوری ہوتی ہے، جس کا ذریعہ یہ خدمت

﴿گذشتہ صفحہ کا باقی حاشیہ﴾ عمرانی علوم کی جو شیرازہ بندی کی ہے اور اس کائنات میں زندگی اور حیات اور انسانی ارتقاء کے متعلق جو گپیں ہانکی ہیں اور جن میں ہر گپ کو وہ اپنے اپنے دور میں قطعیت اور بلند ترین سائنسی حقیقت کا درجہ دیتے رہے اس کی رو سے یہ بے چارہ انسان اشرف المخلوقات، مخدومِ کائنات، خلیفۃ اللہ پہلے انسان ہی نہیں تھا، بندر تھا، اور پھر جب انسان بنا تو جنگلی انسان تھا، جو دوسرے حیوانات کی طرح لباس سے بے نیاز، معاش کے ذرائع سے ناواقف، صنعت وحرفت سے بیگانہ، اور ہر قسم کی تہذیب ومعاشرت سے ناآشنا تھا، جانوروں کی طرح غاروں میں رہتا تھا، خونخوار درندوں کی طرح چیر پھاڑ کر پیٹ کا ایندھن حاصل کرتا تھا، پھر ارتقاء کی بہت منزلیں طے کرکے کہیں انسانیت کے کچھ کچھ ڈھنگ سیکھتا گیا، جس زمانے میں ایک یہودی مداری نے ارتقاء کی ڈگڈگی بجائی تھی تو سارا مغرب اسی ارتقاء کی اوٹ پٹانگ مفروضوں پر سر دھنتا تھا اور وہ اپنے وسوسوں اور توہمات وخرافات کو کائنات وحیات کی سائنسی قطعی تعبیر سمجھتا تھا، تعجب ہے کہ خود مغرب میں اس طرح کے بہت سے نظریات آج آؤٹ آف ایج ہو چکے ہیں لیکن قرآن کی حامل امت کے جدت پسندی اور روشن خیالی کے مارے بے شمار سپوت مغربی غلامانہ ذہن کی وجہ سے قرآن کے بیان فرمودہ اٹل حقائق کے برخلاف ان استعماری گپاوٹوں کو آج بھی حقیقت سمجھتے ہیں، اپنی نوخیز نسلیں ابھی تک پرائمری سے لے کر آگے تک ٹیکسٹ بکس میں انسان کے پہلے جنگلی انسان ہونے اور ہر قسم کی معاشرت اور تہذیب سے عاری ہونے کی یہی داستانیں پڑھتی اور مانتی ہیں، معلوم نہیں یہ تصورات ونظریات اپنا کر جو آسمانی ہدایت سے محروم مغربی ملحدین نے گھڑے ہیں مسلمان کا قرآن پر ایمان باقی بھی رہتا ہے یا نہیں کیونکہ قرآن سے تو یہ نظریات صراحۃً متصادم ہیں ''فما ذا بعد الحق الا الضلال'' کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مغرب نے اپنے باطل مذاہب کے جبر واستبداد سے بغاوت کرتے ہوئے ردعمل میں اٹھارہویں صدی سے مادیت والحاد کے جذبے کے تحت حقائق کو پروپیگنڈہ کے ذریعہ جس طرح مسخ کیا اور ہر حقیقت پر مادیت کا خول چڑھایا، اس تلبیس کا قلع قمع کیا جائے اور حقائق کو دوبارہ واضح کیا جائے۔

وصلاحیت ہے ،چنانچہ ایک علمی یا فنی درسگاہ کا معلم ،ایک فیکٹری وکارخانے کا انجینئر وکاریگر، ایک شفاخانے کا طبیب وڈاکٹر اور تعمیرات کا ایک نقشہ نویس ذہنی ودماغی محنت وصلاحیت استعمال کرکے دوسرے سے اجرت کا مستحق بنتا ہے تو ایک جفاکش مزدور اپنا خون پسینہ ایک کرکے خدمت انجام دینے سے مستاجر (آجر) سے اجرت لینے کا مستحق بنتا ہے اس طرح اور بے شمار پیشے ہیں جن کی بنیاد اجارے پر ہے، اور اس طرح زندگی کی گاڑی رواں دواں رہتی ہے۔

زراعت

زراعت یا مزارعت کا مادہ ''زرع'' ہے، یہ عربی لفظ ہے جس کے معنیٰ بیج ڈالنے کے آتے ہیں، زراعت زمین سے پیداوار حاصل کرنے کا عمل ہے، زمین سے اگنے والی چیزوں کو نباتات کہتے ہیں جس میں گھاس، چارے، اناج، غلے، ترکاریاں، پھل پھول، جڑی بوٹیاں اور چھوٹے بڑے پودے اور درخت سب شامل ہیں، انسانوں اور مویشی وچوپایوں کے رزق اور غذا کا اکثر حصہ انہی زمینی پیداواروں کے ساتھ وابستہ ہے، زمین سے پیدا ہونے والے اناج غلوں، ترکاریوں، پھلوں کے علاوہ انسان کی غذا کا کچھ حصہ جانوروں کے گوشت، دودھ (اور دودھ سے بننے والی کچھ دوسری چیزوں، گھی، مکھن، پنیر وغیرہ) اور مچھلی سے بھی حاصل ہوتا ہے، خصوصاً ساحلی علاقوں اور جزیروں میں بسنے والے لوگوں کی تو غالب غذا ہی عموماً اس طرح کی بری وبحری لحمیات سے وابستہ ہوتی ہے، اسلام دینِ فطرت ہے وہ فطرت کے سب امور سے بحث کرتا اور حکم جاری کرتا ہے، زراعت کے باب میں بھی اسلام نے اپنے اصول جائز وناجائز اور حلال وحرام کے متعلق جاری فرمائے ہیں اور اس باب میں بھی دولت کے اولین مستحقین (یعنی زمین پر محنت کرکے پیداوار حاصل کرنے والے) کے ساتھ ساتھ ثانوی مستحقین کو یاد رکھا ہے اور عشر وخراج اور صدقات کی شکل میں اولین مستحقین پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ ثانوی مستحقین تک ایک حصہ پہنچائیں (براہِ راست دیں یا بیت المال میں جمع ہونے کے بعد ان تک پہنچے) تاکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں انسانوں کی روزی ورزق کے جو خزانے چھپا رکھے ہیں انسان کے کسب وعمل کے ذریعے وہ زمین کے پردے سے ظاہر ہوں اور پھر سب انسانوں تک ان کا رزق پہنچے۔

زراعت کے عموم میں باغبانی کو بھی ہم شامل کرتے ہیں (اسلامی احکام کی کتابوں میں عموماً باغبانی کو مساقات کے عنوان سے مستقلاً ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے احکام الگ سے بیان کئے جاتے ہیں)

زراعت کی ایک شکل یہ ہے کہ اپنی زمین ہو اور خود آدمی کاشت کرے، اور پیداوار حاصل کرے، اور حاصل ہونے والی پیداوار فصل ہو یا پھل اس میں عشر (یا خراج، اگر خراجی زمین ہو) ادا کرے، زکوٰۃ کے برخلاف عشر زمین کی پیداوار میں ایک ہی دفعہ ہوتا ہے، خواہ وہ اناج غلہ سالہا سال پڑا رہے (جبکہ قابلِ زکوٰۃ اموال کی زکوٰۃ جب تک وہ بقدرِ نصاب آدمی کی ملکیت میں موجود ہوں ہر سال دینی لازم ہے) زراعت کی دوسری شکل مزارعت ہے، یعنی زمین بٹائی پر دینا، کہ ایک کی زمین ہو باقی سب چیزیں (محنت، بیج اور بیل یا ٹریکٹر وغیرہ) دوسرے کی ہوں اور پیداوار میں نصف یا تہائی یا کم وبیش تناسب آپس میں مقرر ہو جائے، یا ایک کی صرف محنت ہو، زمین وغیرہ سب چیزیں زمین والے کی ہوں اور باہمی رضامندی سے بٹائی کا حصہ پیداوار میں تناسب سے مقرر ہو، اور یہ بھی جائز ہے کہ محنت اور بیل، ہل، ٹریکٹر ایک کا ہو اور زمین و بیج دوسرے کا، اور مذکورہ طریقہ پر بٹائی کا معاملہ ہو، مزارعت سے ہٹ کر زمین کاشتکار کو کرایہ پر یا ٹھیکہ پر دینا بھی جائز ہے، اس صورت میں زمین کا مالک سال کے حساب سے یا کسی اور طے شدہ مدت کے حساب سے کرایہ لے کر بے تعلق ہو جاتا ہے، کرایہ پر لینے والا زراعت کر کے ساری پیداوار کا اکیلے مالک ہوتا ہے، بعض اہلِ توفیق اور مخیّر حضرات عاریۃً رضا کارانہ طور پر بلاعوض و شرکت بھی کم وبیش عرصہ کے لئے کسی ضرورتمند عیالدار کو زمین حوالہ کر دیتے ہیں کہ وہ اس سے اپنے لئے رزق حاصل کرے، اس طرح مالک زمین اپنی زمین کو آخرت کی پیداوار اور جنت کے رزق کے حصول کی کھیتی بنا دیتا ہے، فنعما ہی۔

زمین کی پیداوار میں عشر، نصف عشر، خراج اور ان کے مستحقین اور مصارف کے تفصیلی شرعی مسائل ہیں جو احکامِ شرع کی کتب میں پوری شرح اور تفصیل سے مذکور ہیں، جو زراعت یا مزارعت کا مشغلہ اختیار کرے اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس باب میں شریعت کے ضروری احکام سے ایسی ہی واقفیت حاصل کرے جیسے نماز، روزے کے مسائل سے واقفیت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، کہ نماز روزے کے مسائل سے واقف نہ ہوگا تو نماز روزہ صحیح ادا نہ کر سکے گا اور مزارعت کے احکام سے واقف نہ ہوگا تو عین ممکن ہے کہ محنت و مشقت کے باوجود رنگ میں بھنگ پڑ جائے، حلال رزق میں سود یا کوئی اور ناجائز بات پیدا ہو کر وہ روزی، مشتبہ و مشکوک یا حرام و مکروہ ہو جائے اور جب حرام رزق جزو بدن بنے گا تو نحوستیں اور بے برکتیاں رگ رگ میں سما جائیں گی، اور جو جسم حرام غذا سے نشو ونما پاتا ہے تو سچے پیغمبر نے خبر دی ہے کہ وہ آخرت میں جہنم کا ایندھن بننے کے ہی زیادہ لائق ہے، اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّیْ۔

اور دنیا میں نیک اعمال کی توفیق سلب ہو کر اللہ تعالیٰ کی قربت اور تعلق سے آدمی محروم ہو جاتا ہے، اور حرام غذا پر پلنے والا جسم بیماریوں اور ناسوروں کی آماجگاہ بن جاتا ہے، اور اس طرح حرام خوری کا جادو دنیا میں ہی سر چڑھ کر بولنا شروع کر دیتا ہے، اور جادو تو وہی ہوتا ہے جو سر چڑھ کر بولے، آدمی کو حرام میں مبتلا کرنا نفس و شیطان کا بڑا جادو ہے، نیک اعمال کی توفیق کے لئے حلال غذا کے جزو بدن بننے کی اہمیت اس آیت سے خوب واضح ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا. اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ

(سورہ المومنون آیت ۵۱)

”فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے رسولو! پاکیزہ و حلال غذا کھاؤ اور نیک اعمال کرو“

گویا حلال کھانے سے ہی نیک اعمال کی صحیح معنوں میں توفیق ملے گی اور وہ درجہ قبولیت تک پہنچیں گے، حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے اسی آیت کو نیک اعمال کے لئے حلال غذا کی اہمیت پر دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے، اور حکم کی تاکید دیکھو کہ عام انسانوں کے بجائے نبیوں کو مخاطب کر کے اللہ نے اپنا روحانی قانونِ علت و معلول بیان فرمایا، تو کیا اللہ تعالیٰ کے قانونِ علت و معلول کی نیوٹن کے نظریہ علت و معلول کے برابر بھی وقعت نہیں جس پر زمانہ سر دھنتا تھا، یہ الگ بات ہے کہ نیوٹن کا بنایا ہوا یہ قبلہ و کعبہ جس کا زمانہ صدیوں طواف کرتا رہا بہت دن ہوئے نظریہ اضافیت والے آئن سٹائن مسمار کر چکے ہیں۔

ایک سبق

لوگو! ڈبل روٹی، کیک بسکٹ، برگر، سینڈوچ، روٹی، نان، سبزی، ترکاری، پلاؤ، زردہ، کسٹرڈ، پھل، فروٹ کھا کر زندگی کے موج میلوں میں نہ کھو جایا کرو، پیٹ بھرا ہوا ہو تو مستیاں اور عیاشیاں بھی بہت سوں کو سوجھتی ہیں اور نہ ہی شاعر کے شعر کا مصداق بنو۔ ؎

شیخ و مکتب سے تعلق ترک کر سکول جا — کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

بلکہ تھوڑا سا دل میں یہ استحضار اور تصور کر لیا کرو کہ یہ نباتات سے بننے والے مختلف غذائی نقشوں اور چٹخارے دار کھانوں کے ایک ایک جزء اور ذرے کو وجود دینے کے لئے میرے رب کے بہت سے لشکر، بہت سے نظام رات دن عرصے تک مصروف رہے ہیں تب جا کر میری لذتِ دہن اور ذوقِ شکم سیری کا یہ سامان فراہم ہوا ہے، گاؤں کے کاشتکار اور کسان کی جفاکشی و محنت اور خون پسینہ ایک کرنے کو تو اول

وہلے میں ہی یاد رکھنا چاہیئے، وہ جفاکش غریب کسان ہمارا محسن ہے وہ کڑاکے کے جاڑے اور جون جولائی کی گرمی میں رگڑے نہ کھاتا تو ائرکنڈیشنڈ کمرے میں مولٹی فوم کے بے مثال گدے پر بیٹھ کر ہم شکم سیری کا یہ لاجواب کارنامہ صبح وشام سرانجام نہ دے سکتے۔

اور تھوڑا سا ان آیاتِ کریمہ کے مضمون کا بھی استحضار کرلیا کرو جو گھر کے طاق یا شوکیس میں جزدان میں لپٹے قرآن مجید کی سورہ عبس میں موجود ہیں:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ (۲۴) أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (۲۵) ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (۲۶) فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (۲۷) وَعِنَبًا وَقَضْبًا (۲۸) وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا (۲۹) وَحَدَائِقَ غُلْبًا (۳۰) وَفَاكِهَةً وَأَبًّا (۳۱) مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (سورہ عبس آیت ۲۴ تا ۳۲)

ترجمہ: پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے (غذاؤں) کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارے پیدا کیئے (ان میں سے بعض چیزیں) تمہارے (اور بعض) تمہارے مویشیوں کے فائدے کے ہیں (غذاؤں کے علاوہ بھی زمین سے اگنے والی نباتات کے سوقسم کے فائدے انسان وحیوان اٹھاتے ہیں)''

اس استحضار سے شائد قرآن مجید کو شوکیس میں سجانے کی بجائے پڑھنے سمجھنے اور اس کی تلاوت کو روزانہ کا وظیفہ بنانے کی توفیق بھی حاصل ہو۔

کھانا کھانے کے چند آداب:

''**بسم اللہ الرحمن الرحیم**'' پڑھ کر کھانا شروع کیا جائے۔

کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھی جائے:

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین

ترجمہ: سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا جائے، برتن میں اپنے سامنے سے کھایا جائے۔

ایک نکتہ

ایمان کی نعمت چونکہ سب سے بڑی ہے سب نعمتوں پر بھاری ہے، جس کا تقاضا یہ تھا کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اس نعمتِ عظمیٰ پر مسلمان اللہ کا شکر ادا کرے، لیکن انسان غفلت میں سرشار رہتا ہے، اس

لئے اس کریم رب کی شفقت ملاحظہ ہو کہ ایمان پر شکر گزاری کو کھانے کی دعاء کا جزء بنادیا کہ کھانا تو انسان کا یقینی کام ہے، نماز کو بھول جاتا ہے، لیکن کھانے کو نہیں بھولتا روزانہ کم از کم دو دفعہ کھاتا ہے، تو ساتھ ہی روزانہ ایمان کا شکر بھی ادا ہوتا رہے، لیکن جب ڈھیٹ بن کر کوئی رب کا رزق کھائے اور شکر ادا ہی نہ کرے نہ رب کا نام لے کر شروع کرے تو ایمان کا شکر کاہے کو ادا ہوگا۔

لطیفہ

حکومتوں نے بھی ازراہِ شفقت بعض ٹیکسوں کی یقینی وصولی کا خودکار (آٹومیٹک) طریقہ کار پچھلے کچھ برسوں سے جاری فرمایا ہے کہ یہ ٹیکس یوٹیلٹی بلوں میں شامل کر دیئے کہ بل تو جمع کرانے ہی کرانے ہیں (خواہ کس بل نکل جائیں) تو ساتھ ہی ٹیکس بھی ادا ہو جائے گا، اس طرح ٹیکس چوری کی بددیانتی سے بھی بچ جائیں گے (اس بحث میں پڑے بغیر کہ وہ ٹیکس لگانا کتنی دیانت داری پر مبنی ہے) ویسے ہمیں حکومتوں کا اس پر بھی شکر گذار ہونا چاہیئے کہ ہوا اور دھوپ جیسی بنیادی توانائیاں اور زندگی کی سب سے ناگزیر ضرورت ٹیکس فری ہے، اس وقت سے ڈرنا چاہیئے کہ دھوپ اور ہوا بھی اس اوپر والی مراعات یافتہ مخلوق کے قبضۂ قدرت میں آجائے اور پھر یہ بھی قید و بند کے مرحلوں (پائپ لائنوں وغیرہ) سے گذر کر مخصوص طریقوں سے ہی خدا کی مخلوق تک پہنچ پائیں اور ان کے پیمائشی میٹر گھر گھر لگ جائیں۔ ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دربان کنند ایں چنیں ارکانِ دولت ملک را ویراں کنند

ترجمہ: بلی (جیسی فطرت والے) کو حاکم و امیر، کتے (جیسی خصلتوں والے کو) کو وزیر اور چوہے (کی طرح طبیعت والے) کو محافظ و پاسبان بنائیں گے تو اس قسم کے اراکین سلطنت ملک کو ویران ہی تو کریں گے۔ (جاری ہے..........)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط۱)

بچوں کی تربیت کی ضرورت واہمیت

حضورﷺ کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حضورﷺ بچوں کی تربیت اورانہیں اچھے اخلاق سکھانے پر کتنا زور دیا کرتے تھے؟ حضورﷺ چاہتے تھے کہ بچے کے دل میں بچپن ہی سے اعمال صالحہ کا شوق ڈال دیا جائے اور بچپن ہی سے اسے صدق وامانت اور بڑوں کے احترام کی تعلیم دی جائے۔

حضورﷺ کا ارشاد ہے:

''وہ شخص میری امت میں سے نہیں ہے جو بڑوں کی تعظیم نہ کرے، چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے علماء کے حقوق نہ پہچانے'' (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن بحوالہ مجمع الزوائد ج۱ حدیث ۵۳۲)

بچہ والدین کے پاس ایک قیمتی امانت ہے، بچہ ایک صاف تختی کی طرح ہے جس پر آپ جو چاہیں تحریر فرمادیں۔ بچہ صاف دل کا مالک ہوتا ہے جس میں خیر وشر دونوں سما سکتے ہیں۔

حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں''

اس لیے والدین کو بچوں کی حسنِ تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے، حضورﷺ نے بچوں کی تربیت اور نگرانی کا حکم فرمایا ہے۔

ارشادِ گرامی ہے:

''بچوں سے جدا نہ رہو اور انہیں اچھیں آداب سکھاؤ''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا کسی بھی بیٹے کو اپنے والد کی طرف سے بہترین ادب سے اچھی کوئی چیز وراثت میں نہیں ملتی۔

Idara Ghufran

قیامت کے دن والدین سے پوچھا جائے گا کہ بچوں کو اچھے اخلاق اور اچھی عادات کی تعلیم دی یا نہیں؟ اوران میں عبادات کا شوق پیدا کیا یا نہیں؟

بچے کی تربیت کا پہلا مرحلہ جسے اہم ترین مرحلہ کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ بچوں میں اچھی عادات پیدا کی جائیں اورانہیں ہر چیز کے آداب سکھائے جائیں۔

مثلاً گفتگو کے آداب، سوال کرنے کے آداب اور کھانے کے آداب وغیرہ کہ دسترخوان پر لڑائی جھگڑا نہ کریں، کھانا مکمل کھانے کے بعد الحمدللہ پڑھیں۔ انہیں آداب کی طرف حضور ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں بچہ تھا آنحضرت ﷺ کی گود میں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے بچے! اللہ کا نام لے، دائیں ہاتھ سے کھا اور سامنے سے کھا۔

نیز بچے کی گھٹی میں یہ بات ڈالی جائے کہ وہ رات کو جلدی سوئے اور صبح جلدی اُٹھے ۔ جب اس کی عمر سات سال کی ہوجائے تو اسے طہارت، وضو اور نماز کی تعلیم دی جائے اور اسے ترغیب دی جائے کہ وہ وقت پر نماز ادا کرے۔

جب اس کی عمر دس سال کو پہنچ جائے تو اب دوسرا قدم اُٹھایا جائے کہ نماز چھوڑنے پر تادیبی کاروائی بھی کی جائے اور بچے کا بستر الگ کردیا جائے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

> ’’اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو، جب ان کی عمر سات سال ہوجائے اور نماز کے چھوڑنے پر انہیں مارو، جب وہ دس برس کے ہوجائیں اوران کے بستروں کو الگ الگ کردو‘‘

بچے کی تربیت کا ایک اہم ترین پہلو یہ بھی ہے کہ ہم بچے کے فطری میلان کو بھی پیشِ نظر رکھیں، کیونکہ ہم اس میلان کا فائدہ اٹھا کر بچے کی بہتر تربیت کرسکتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم بچے کی جائز تعریف بھی کریں۔ کیونکہ ہر انسان میں یہ فطری مادہ ہے کہ وہ اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ وعظ ونصیحت بھی ہو، اوراس کے فوائد ونقصانات سے خبرداری بھی ہوتا کہ بچے میں معاملہ فہمی پیدا ہوسکے، جو اس کی عظیم شخصیت کی نشوونما میں بہت کارآمد ثابت ہوگی۔

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بہترین آداب سکھائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ پھر تعلیم دو''

حضرت احنف بن قیس فرماتے ہیں:

''ادب عقل کا نور ہے، جیسے آگ اندھیرے میں آنکھ کے لیے نور بن جاتی ہے''

ایک کہاوت ہے کہ ادب آباؤ اجداد سے حاصل ہوتا ہے اور نیکی اللہ کی طرف سے، نیز یہ بھی کہاوت ہے کہ:

''جو شخص اپنے بچے کو بچپن میں ادب سکھاتا ہے وہ بچہ بڑا ہو کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے''

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تشریح میں:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم آیت نمبر ۶)

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ

بیان فرماتے ہیں: یعنی انہیں ادب سکھاؤ اور تعلیم دو۔

قدینفع الادب الاحداث فی مھل   ولیس ینفع بعدالکبرۃ الادب

ان الغصون اذاقومتھااعتدلت   ولا تلین اذاقومتھاالخشب

''بچپن میں ادب سکھانے کا فائدہ ہے۔ جب عمر بڑی ہو جائے پھر ادب سکھانے کا اتنا فائدہ نہیں۔ گیلی لکڑی کو جب سیدھا کرو گے تو سیدھی ہو جائے گی لیکن خشک لکڑی سیدھا کرنے سے سیدھی نہیں ہوتی''

خصوصی اشاعتوں میں پہلی مرتبہ کسی زندہ علمی شخصیت کا مکاتیب نمبر

مکاتیب الکریم نمبر قیمت 300 روپے (ایک سال کے لئے ''القاسم'' سمیت)

اکابرِ علمائے دیوبند کے قافلۂ علم و عزیمت کے معتمد و رفیقِ خاص

شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی فاضلِ دیوبند کے مبارک ہاتھوں سے

مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام لکھے ہوئے علمی، ادبی، تاریخی اور اصلاحی مکاتیب

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب وحواشی:مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط۱۲)

(بنام محمد رضوان)

''مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جومفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ''التبلیغ'' میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جارہی ہے''

عرض......ایک تبدیلی یہ محسوس کی کہ پہلے جوتا وغیرہ پہنتے وقت دائیں بائیں کا اور اسی طرح مسجد میں داخلہ کے وقت دعاء وغیرہ کا خیال نہیں رہتا تھا آپ والا نے علاج تجویز فرمایا کہ جب یاد آجائے تلافی کرلیں۔ بندہ نے حسب حکم ایسا ہی کرنا شروع کیا الحمدللہ تعالیٰ بہت فائدہ اور اثر ہوا۔البتہ اب بھی کبھی زہول ہوجاتا ہے احقر دوبارہ اس عمل کو صحیح کرکے تلافی کرتا ہے مثلاً جوتا پہلے بائیں پاؤں میں پہن لیا تو اس کو نکال کر پہلے دائیں پاؤں میں پہنتا ہے پھر بائیں میں اس سے نفس پر بہت زور پڑتا ہے گھٹن ہوتی ہے بندہ سوچ لیتا ہے کہ چند دن کی گھٹن ہے پھر انشاءاللہ طبیعتِ ثانیہ بن جائے گی۔

ارشاد......سلوک میں حق ادا کرنا ہی حسنِ سلوک ہے کہ اس طرح رسوخ ہوتا ہے بفضلہٖ تعالیٰ۔ [۱]

عرض...... ہر جاندار کو دیکھ کر اس کی موت کا تصور ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک دن مرجائے گا اس طرح تجہیز وتکفین وغیرہ عمل میں لائی جائے گی، پھر یہ تصور کچھ وسیع ہوتا ہے جس کے بعد تمام عالم مردہ سا نظر آتا ہے جس سے قبض کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے طبیعت میں کھنچاوٹ اور زندگی سے نفرت ہونے لگتی ہے، خشوع نہیں رہتا، طبیعت میں ایک قسم کی سستی اور کسل مندی محسوس ہوتی ہے۔

ارشاد......اجمال پر قناعت، تفصیل مانع جمعیتِ خاطر ہے اور جمعیتِ خاطر حقِ سلوک ہے۔ [۲]

عرض......اگر کوئی خلافِ اولیٰ بات سرزد ہوجاتی ہے مثلاً سنن غیر مؤکدہ بالعذر بوجہ مطالعہ وغیرہ میں

---

[۱] یعنی سلوک کے شعبہ میں اس کا حق ادا کرنا، یہ سلوک کے ساتھ حسنِ سلوک ہے،اور سلوک کے حقوق ادا کرتے رہنے یا اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے باعث اعمال میں پختگی ورسوخ حاصل ہوجاتا ہے،مگر اس ادائیگی حق اور حسنِ سلوک کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنا چاہئے اپنا کوئی کمال یا ہنر نہیں سمجھنا چاہئے۔

[۲] مطلب یہ ہے کہ موت اور فنائیت کا استحضار اجمالی طور پر ہونا چاہئے، مذکورہ اور اس جیسی تفصیل سے یکسوئی میں خلل آتا ہے ،اور یکسوئی کا باقی رکھنا سلوک کا حق ہے،لہٰذا جو چیز سلوک کے حق میں مخل ہو اس سے بچنا ضروری ہے۔

مشغولیت کے ترک ہوجاتی ہے یا لغو گوئی صادر ہوجاتی ہے تو طبیعت پر بہت زور پڑتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گناہِ کبیرہ وغیرہ سرزد ہوگیا، توبہ بھی ہوجاتی ہے مگر مذکورہ اثر طبیعت سے زائل نہیں ہوتا جبکہ عقلی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں ہوا، یہ اثر قبض کی صورت میں تبدیل ہوکر مانعِ خشوع بھی ہوجاتا ہے۔

ارشاد......یہ دخلِ شیطانی کیسا؟ [۱]

عرض......توکل میں کمزوری کے باعث شادی کی فکر رہتی ہے کہ نیک طینت نصیب ہو اس طرح کے تفکرات کا ہجوم نماز کے دوران بھی ہوجاتا ہے جو کہ احقر کی عدمِ اصلاح پر دال ہے کہ رکنِ اول نماز بھی خالص نہیں۔

ارشاد......تفویض پر ترقی کیوں نہیں؟ [۲]

عرض......احقر جیسا کہ ماقبل میں بھی تحریر کرچکا ہے کہ موت کی تفصیل کی طرف ذہن چلتا ہے جو کہ مانع جمعیتِ خاطر ہے، مگر اب تک یہ اثر رفع نہیں ہوا، تشویش ہوتی ہے اور دنیا و مافیہا کی چیزوں سے نفرت و وحشت محسوس ہوتی ہے۔

ارشاد......تضیع اوقات سے حذر لازم۔ [۳]

عرض......کبھی بات کرنے کو بالکل دل نہیں چاہتا خواہ کتنی ہی ضروری بات کیوں نہ ہو۔

ارشاد......غلو سے توبہ، ایسے وقت کلام ضرور بمستقل مزاجی۔ [۴]

---

[۱] سلوک میں بعض اوقات شیطان گناہ کو نیکی کی صورت میں مزین کر کے پیش کردیتا ہے مثلاً خلافِ اولیٰ یا خلافِ مستحب عمل کو (جو کہ گناہ نہیں) اس کے درجہ سے بڑھا کر گناہ کی صورت میں ظاہر کردیتا ہے، اور اس کی وجہ سے سالک کو پریشان اور غمگین کرتا ہے، جو کہ دین میں غلو اور اعتدال سے ہٹنے کی ایک شکل ہے اور دین نام اعتدال کا ہے، اس لئے اس قسم کے شیطانی دخل سے سالک کو آگاہ رہنا ضروری ہے اور یہ آگاہی شیخ کی طرف سے بہتر طریقے پر حاصل ہوتی ہے۔

[۲] پہلے گذر چکا ہے کہ مستقبل کے متعلق اس طرح کے تفکرات تفویض کے خلاف ہیں، اور سالک کو تفویض میں ترقی کرنی چاہئے، اور اس طرح کے تفکرات اس ترقی کے لئے مانع ہیں، اس لئے اس طرح کے تفکرات سے سالک کو اپنے آپ کو بچانا چاہئے اور تفویض میں ترقی کرنا چاہئے۔

[۳] مطلب یہ ہے کہ سالک کو فضولیات اور اضاعتِ اوقات سے پرہیز کرنا ضروری ہے، اور مذکورہ تفصیل میں پڑنے سے تضیعِ اوقات لازم آتا ہے، لہٰذا اس تفصیل سے بچنا ضروری ہوا۔

[۴] جیسا کہ ماقبل میں گذرا کہ شیطان اپنی چالاکی و مکاری سے سالک کو غلو میں مبتلا کرتا ہے، اور اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ترکِ مستحب و خلافِ اولیٰ کو گناہ بنا کر پیش کرتا ہے، اور ایک صورت یہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ ضروری چیزوں کو ترک کرادیتا ہے، وہاں غیر ضروری کو ضروری بنا کر پیش کیا تھا تو یہاں ضروری کو غیر ضروری بنا کر پیش کیا، اور غلو جس طرح کسی چیز کو اس کی حد اور درجے سے بڑھانے سے لازم آتا ہے، اسی طرح کسی چیز کو اس کی حد اور درجے سے گھٹانے سے بھی لازم آتا ہے، ایک صورت افراط کی ہے اور ایک صورت تفریط کی، اور افراط ہو یا تفریط دونوں ہی نام ہے اعتدال سے ہٹنے کا۔

Idara Ghufran

عرض......احقر پہلے ہر وقت باوضو نہیں رہتا تھا اور دوام علی الوضوء کو اپنے لئے مستبعد (انتہائی مشکل) شمار کرتا تھا مگر اہتمام کرنے کے بعد یقین ہوا کہ الحمدللہ کچھ بھی دشواری نہیں۔

ارشاد......بعض بات تجربہ پر ہے معلوم ہوگئی، اللہ تعالیٰ ثابت قدمی سے نوازیں۔ ۱

عرض......کبھی دوسرا شخص کسی خاص فعل کے اعتبار سے طبیعت کے تقاضہ میں اپنے سے کمتر محسوس ہوتا ہے ،مگر عقلاً فوراً اپنی حقارت اور عیوب مستحضر ہوجاتے ہیں ایسا طریق ارشاد فرمادیں کہ اول وہلہ کا یہ طبعی اور ابتدائی تقاضا بھی جاتا رہے۔

ارشاد......**امکان خیرفی المرئی** اورا**مکان شرفی نفسی** ،نظر برقدم۔ ۲

عرض......احقر کی طبیعت میں ابھی استقلال پیدا نہیں ہوا کبھی کبھی طبیعت میں ایسا تکدر پیدا ہوتا ہے کہ خشوع فوت ہوجاتا ہے جبکہ کبھی خشوع میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

ارشاد......مضبوطی استقلالیت کا عزم تو ہے۔ ۳

عرض......الحمدللہ تعالیٰ احقر کو آپ والا کی برکت کے ثمرہ کے تحت لغوگوئی سے نجات حاصل ہورہی ہے مگراب بھی کبھی کبھی سرزد ہوجاتی ہے کئے پیچھے شرمندگی ہوتی ہے۔

ارشاد......یہ حیاء طالب کو مانع ہوہی جاتی ہے بتوفیقہٖ تعالیٰ۔ ۴

عرض......احقر جمعرات میں گنگوہ گیا تھا اور چلنے سے پہلے ہی اس بات کا عزم کرلیا تھا کہ سفر میں اور وہاں

---

۱ مطلب یہ ہے کہ بعض باتوں کی حقیقت کا دارومدار تجربہ پر ہوتا ہے، تجربہ سے ہی ان کی حقیقت پوری طرح منکشف اور ظاہر ہوتی ہے، اور عملی تجربے سے پہلے بعض باتوں کی حقیقت کچھ اور محسوس ہوتی ہے اور عملی تجربے کے بعد ان کی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے، لہٰذا قابلِ عمل امور کو عملی زندگی کا حصہ بنانا چاہئے جس کے بعد ان کے اصل حقائق ظاہر ہوتے ہیں، اور نفس وشیطان کی طرف سے پیش کی ہوئی مصنوعی وبناوٹی حقیقت کا پردہ چاک ہوتا ہے۔

۲ حضرت والا نے دوسرے پر حقارت کی نظر سے بچنے کا یہ علاج بیان فرمایا کہ جس پر حقارت کی نظر پڑنے کا اندیشہ ہو اس کو اس کے اندر خیر کے امکان اور اپنی ذات میں شر کے امکان کا استحضار کیا جائے ،اور مزید براں نیچی نظر رکھی جائے، جس کے نتیجہ میں اولاً تو دوسرے کی طرف توجہ ہی نہ ہوگی، چہ جائیکہ اس کے متعلق حقارت کی نوبت آئے، اور اگر پھر بھی اس کا خدشہ ہو تو دوسرے کے اندر خیر اور اپنے اندر شر کے امکان کا مراقبہ واستحضار کیا جائے۔

۳ مطلب یہ ہے جب استقلال ومستقل مزاجی کا مضبوط اور پختہ ارادہ ہے تو یہ مضبوط ارادہ، عمل میں مضبوطی اور استقلال کا ذریعہ ہے۔

۴ مطلب یہ ہے کہ اگر طلبِ صادق ہو تو حیا جو ایمان کا اہم شعبہ ہے یہ طالب کے لئے فضولیات ومنکرات سے مانع ہوکر اصلاح کا باعث ہوجایا کرتی ہے، لیکن یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے، اس میں طالب کو اپنا کوئی کمال نہیں سمجھنا چاہئے۔

جاکر انشاء اللہ ماحول سے مغلوب ومتأثر نہیں ہوؤنگا۔ راستہ میں اور وہاں کچھ باتوں اور ماحول سے سابقہ

پڑا لیکن احقر نے طبیعت پر زور ڈالا اور دل میں سوچا کہ مغلوب ومتأثر ہونے کی صورت میں تو گنڈے دار سلوک ہوگا ہر جگہ ہر آن یکسو اور مضبوط ہونا چاہئے ماحول اور سوسائٹی کو اپنے تابع کرنا چاہئے نہ کہ خود تابع ہو جائے جب غیر اھل حق اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو تُو حق بجانب ہوکر کیوں مغلوب ہو۔

ارشاد...... یہ خوب نظریہ۔ ۱

عرض...... کبھی خلوت میں ہوتے ہوئے نفس میں تحریز پیدا ہوتی ہے شہوت کا غلبہ ہوتا ہے، مگر الحمدللہ عقلی زور ڈال کر دب جاتی ہے اگرچہ کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا لیکن ابتدائی خامی تو اس میں ضرور ہے۔

ارشاد...... بالکل بے التفاتی۔ لاپرواہ۔ مطالعۂ کتاب بغور۔ ۲

عرض...... کبھی تو ایسا تکدر وانقباض طبیعت میں پیدا ہوتا ہے کہ کسی بھی کام کو دل نہیں چاہتا، بس بے بسی سی محسوس ہوتی ہے، اور کبھی ایسا نشاط وشائستگی اور تازگی ہوتی ہے کہ کام میں ایسا دل جمتا ہے کہ دل بھرتا ہی نہیں غرضیکہ استقلال نہیں۔

ارشاد...... یہ بھی استقلال ہے کہ دل نہیں چاہتا اور چاہ رہے ہیں عمل برابر۔ ۳

عرض...... پرسوں جب بستر پر گیا تو موت ایسی یاد آئی کہ نیند اچاٹ ہوگئی، اور سب چیزیں حتیٰ کہ استعمالی اور ضروری اشیاء بھی ناکارہ لگتی ہیں۔

ارشاد...... آنکھ کی نیند اچاٹ ہوگئی اور دنیا کی چاٹ سے بند ہوگئی۔ بلا مراقبہ مراقبہ ہوگیا ''اکثر وا ذکر هازم اللذات الموت''۔ ۴

---

۱ یہ وہی سالک کے حسنِ عمل پر حوصلہ افزائی ہے جس کا ذکر پہلے گذر چکا۔

۲ مطلب یہ کہ جب اس قسم کا تقاضا پیدا ہو تو اس سے بالکل بے توجہی اور لاپرواہی اختیار کی جائے، جس کا طریق ایک طالبِ علم کے لئے یہ ہے کہ وہ غور وفکر کے ساتھ کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہو جائے اور جب پوری توجہ کتاب کے مطالعہ کی طرف ہو جائے گی، تو دوسری طرف سے توجہ خود بخود ہٹ جائے گی ''لان النفس لایتوجه الیٰ شیئین باٰن واحد عادة''

۳ مطلب یہ ہے کہ اگر دل کے نہ چاہنے کے باوجود اپنے اختیار سے برابر عمل کرتے رہنے کی چاہت ہو تو یہ عمل اور دل کا اختیاری استقلال ہے، اور یہی مطلوب ہے، اور اس صورت میں پہلے غیر استقلال والی دل کی کیفیت غیر اختیاری ہے جو کہ مطلوب نہیں۔

۴ مطلب یہ ہے کہ موت کے استحضار ومراقبہ سے بظاہر آنکھ کی نیند اُچاٹ ہوگئی اور دُنیا کی چاٹ ولذت سے بند ہوگئی؛ مراقبہ کیے بغیر ہی مراقبہ ہوگیا؛ حدیث شریف میں موت کو لذتوں کے ختم کرنے والی قرار دیا گیا ہے اور اس کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے؛ لہٰذا موت کے استحضار اور دنیا کی بے ثباتی کا تصور پسندیدہ چیز ہے، جس سے سالک کو پریشان نہیں ہونا چاہیے؛ اِلّا یہ کہ اس میں اتنا غلو ہو جائے کہ حقوقِ نفس مثلاً ضروری درجے کی نیند اور کھانے، پینے وغیرہ کا ترک لازم آ جائے، ایسی صورت میں اس غلو سے بچنے ہی کا حکم ہوگا۔ کیونکہ موت کو استحضار ومراقبے اور اس کو کثرت سے یاد کرنے کا مقصد دنیا کی لذتوں اور خواہشات سے اپنے آپ کو بچانا ہے نہ کہ ضروری درجے کی چیزوں کو چھوڑ دینا، بالفاظِ دیگر حظوظِ نفس سے اپنے آپ کو بچانا اور حقوقِ نفس کو بجالانا ہے۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ مقتدَر و مقتداء علماء کو سنجیدہ طرزِ عمل کی ضرورت

اہلِ علم حضرات کے لیے یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ وہ عوام کے مقتداء اور رقائد ہوتے ہیں، ان کے قول وفعل کے عوام پر اچھے اور بُرے اثرات پڑتے ہیں اور عوام کی اصلاح وفساد میں علمائے کرام کے کردار کا خاص دخل ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے علمائے کرام اور اہلِ علم حضرات کے لیے شریعت کی طرف سے بعض ایسی حدود وقیود مقرر کی گئی ہیں جو عوام کے لیے نہیں ہیں۔

اس لیے اہلِ علم حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے قول وفعل میں انتہائی احتیاط کا لحاظ فرمائیں۔

اور ہمہ وقت اس پر نظر رکھیں کہ ان کے کسی قول اور فعل سے عوام کی اصلاح وفساد کے حوالہ سے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

خصوصاً وہ اہلِ علم حضرات جن کا ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عوام کے بڑے طبقہ سے واسطہ پڑتا ہے، مثلاً آج کل کی سیاست میں مشغول اہلِ علم حضرات بطورِ خاص اس امر کو ملحوظ رکھنے کے لائق ہیں۔

اس کا اندازہ آپ حضرات کو ایک واقعہ سے اچھی طرح ہوسکتا ہے جو میرے ساتھ پیش آیا؛ اور اس کی صورت ایک مکالمہ کی سی بن گئی۔

وہ یہ کہ ایک مرتبہ غالباً جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد میرے پاس ایک اجنبی شخص تشریف لائے اور انہوں نے اعتراض کے انداز میں سوال کیا کہ:

> آج تک تو آپ حضرات اہلِ تشیع حضرات کو کافر قرار دیتے تھے اور شیعہ شیعہ کافر شیعہ کے نعرے لگاتے تھے اور اب فلاں سیاسی اتحادی مجلس بنا کر ان کے پیچھے جماعت سے نماز بھی پڑھنے لگے ہیں؛ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا کافر کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

میں نے ان صاحب کی پوری گفتگو سُن کر ان سے عرض کیا کہ:

> نہ تو ہم تمام اہلِ تشیع کو علی العموم اور علی الاطلاق کافر قرار دیتے تھے نہ ان کے کفر کے نعرے لگاتے تھے بلکہ ہم تو یہ کہتے تھے کہ جس میں فلاں فلاں (مثلاً حفاظتِ قرآن کا انکار، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر نعوذ باللہ غلط کاری کا الزام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود اور الٰہ سمجھنے

کی) کفریہ وجوہات موجود ہوں، وہ کافر ہے اور جس میں کفر کی وجوہات نہ پائی جاتی ہوں، وہ کافر نہیں ہے۔

اوراب بھی ہم یہی بات کہتے ہیں؛ جو مؤقف ہمارا اہلِ تشیع کے بارے میں پہلے تھا وہی مؤقف اب بھی ہے۔

رہا فلاں سیاسی اتحادی مجلس کا معاملہ؛ تو اس مجلس کے بنانے اور قائم کرنے سے بھی ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے، اور رہا نماز کا مسئلہ تو ہم نے آج تک کسی اہلِ تشیع کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی۔

لہٰذا آپ نے ان باتوں کی ہماری طرف نسبت کیونکر کردی؟

اس کے جواب میں ان صاحب نے کہا کہ:

میری مراد خاص آپ کی ذات یا آپ کی شخصیت نہیں ہے، بلکہ آپ کے بڑے اور وہ مشائخ وسرپرست حضرات ہیں جنہوں نے یہ کام کیے ہیں۔

میں نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ:

نہ وہ ہمارے پیر ہیں اور نہ سرپرست ہیں، آپ نے ان کو ہمارا شیخ اور سرپرست کیسے قرار دے دیا اور اس کی بھی دلیل درکار ہے کہ ان کاموں کی ان کی طرف نسبت کرنے میں کس قدر صداقت ہے۔

یہ سُن کر وہ صاحب کہنے لگے کہ:

مجھے تو یہ بات معلوم نہیں کہ وہ آپ کے سرپرست ہیں یا نہیں ہیں؛ آپ کے شیخ ہیں یا نہیں ہیں اور آپ کا اور ان کا مؤقف ایک ہی ہے یا نہیں ہے، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ آپ کا اور فلاں فلاں عالم حضرات کا (جن کا فلاں سیاسی اتحادی مجلس میں اہم کردار ہے) ایک ہی مسلک ہے اور وہ جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں وہ اس مسلک کے سب علماء کی ترجمانی ہوتی ہے۔

میں نے ان صاحب کو اس کے جواب میں کہا کہ:

جب آپ کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ وہ حضرات میرے سرپرست اور شیخ ہیں بھی یا نہیں؟ تو معلوم ہونے سے پہلے آپ نے کیسے حکم لگا دیا، اگر آپ کو اس کا علم نہیں تھا تو آپ

کو معلوم کرنا چاہیے تھا اور جب معلوم ہو جاتا، اس کے بعد آگے کوئی بات اس کے مطابق کرنی چاہیے تھی، اسی کے ساتھ آپ کو میرے مؤقف کا مجھ سے معلوم کرنا چاہیے تھا؛ تب کوئی بات اس سے متعلق آپ کو کرنی چاہیے تھی۔

رہا مسلک کا ایک ہونا تو کسی بھی عالم کے قول وفعل کو اس مسلک کا ترجمان نہیں سمجھنا چاہیے؛ وہ الگ بات ہے کہ عالم کو اپنے قول وفعل میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے؛ لیکن اگر کوئی عالم احتیاط نہیں کرتا تو بھی عوام کو تحقیق کرنا ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور کیا نہیں؟

اس پورے سوال وجواب بلکہ مکالمے کے بعد ان صاحب نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور بات ختم ہوئی۔

اس واقعے کا مطالعہ کرنے سے یقیناً یہ چیز واضح ہوگئی ہوگی کہ اہلِ علم حضرات خاص کر قائدین وسیاسی علماء کے کردار کا پورے معاشرے پر کیا اثر پڑتا ہے؟

یہ واقعہ تو بطورِ مثال اور نمونہ کے پیش کیا گیا ورنہ تو ایسے سینکڑوں نہیں، ہزاروں واقعات ہیں جو عوام الناس کی تشویش یا تضلیل کا باعث بن رہے ہیں۔

آج کل ایک مرض یہ ہے کہ کسی واقعہ کا شرعی حکم معلوم اور تحقیق کیے بغیر اس پر مثبت یا منفی طریقہ پر اقدام یا ردِ عمل شروع کر دیا جاتا ہے، پھر بعد میں جب بات بہت آگے اور کہیں کے کہیں نکل جاتی ہے، اس واقعہ کی تحقیق ہوتی ہے تو واقعہ کچھ اور نکلتا ہے اور مسئلہ کی نوعیت کچھ اور ہوتی ہے، یا شریعت کا حکم اس بارے میں کچھ اور سامنے آتا ہے مگر پھر ان کو اپنی بات سے رجوع کرنا اور اپنی غلطی کو تسلیم کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے؛ نفس کی تربیت واصلاح بھی اس درجہ کی نہیں ہوتی کہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں، اس لیے اس بات کو جانتے ہوئے بھی کہ ہم غلطی پر ہیں، اس غلطی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ہر طرح کی کوششیں کرتے ہیں اور دور دراز کی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔

مگر یہ سب کوششیں رائیگاں ہی جاتی ہیں اور لوگوں کو ایک نہ ایک دن ان کا غلطی پر ہونا معلوم ہو ہی جاتا ہے۔ اہلِ علم کے لیے یہ بات نہایت توجہ کی حامل ہے کہ وہ جذبات میں آکر ہرگز بھی کوئی اقدام نہ کیا کریں، بلکہ سوچ سمجھ کر، شرعی حکم معلوم کر کے اور اپنے بڑوں سے مشاورت کے بعد آگے بڑھا کریں۔

علم کے مینار — مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ...... (سترہویں اور آخری قسط)

پنج سالہ نصاب فاضل دینی درسیات

(ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی)

نصاب: درجہ اعدادیہ

﴿پہلا گھنٹہ﴾ تجوید: جمالؔ القرآن (حکیم الامت حضرت تھانوی) خلاصۃؔ التجوید (قاری خلیل احمد تھانوی) مقدمۃ الجزؔری (عربی: امام محمد بن محمد جزری) مشقؔ آخری آدھا پارہ۔ حدر شروع کے دس پارے

﴿دوسرا گھنٹہ﴾ فارسی: فارسؔی کا آسان قاعدہ (مولانا مشتاق احمد چرتھاولی) ''پہلی سہ ماہی'' رہبرِؔ فارسی (مولانا مشتاق احمد چرتھاولی) وکریؔما (شیخ سعدی) ''دوسری سہ ماہی'' انتخاب پندؔنامہ (شیخ عطار) وگلستاؔن وبوستاؔن (شیخ سعدی) آخری سہ ماہی

﴿تیسرا گھنٹہ﴾ عربی: عربؔی کا آسان قاعدہ (مولانا مشتاق احمد چرتھاولی) مع تکلم واجراء صیغ وقواعد ابتدائیہ معرب مبنی در قرآن مجید ''پہلی سہ ماہی'' اقرؔاء ۴ حصے (مولانا محمد بشیر صاحب، اسلام آباد) ''دوسری وتیسری سہ ماہی''

﴿چوتھا گھنٹہ﴾ فقہ وریاضی: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحب) مکمل ''چار ماہ میں'' ریاضؔی ''ششم تا ہشتم'' (پنجاب بورڈ) انتخاب ''بقیہ سال''

﴿پانچواں گھنٹہ﴾ معاشرتی علوم وسائنس: (پنجاب بورڈ) دونوں مضامین ششم تا ہشتم انتخاب ''ہفتہ میں تین تین دن''

﴿چھٹا گھنٹہ﴾ انگلش: پکؔ می اَپ (افضل مفتی) ''پہلے دو حصے'' انگلشؔ (پنجاب بورڈ) ششم تا ہشتم انتخاب ''آخری سہ ماہی''

﴿ساتواں گھنٹہ﴾ اُردو: اردؔو قواعد {کمپوزیشن، غلام جیلانی مخدوم} ''پہلی سہ ماہی'' اُردو

(پنجاب بورڈ) ''ششم تا ہشتم'' انتخاب معہ خوشخطی''

خارجی مطالعہ: حیاتُ المسلمین (حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ)

شرائطِ داخلہ

حافظ ہو + پرائمری پاس ہو + کل وقتی طالب علم ہو + شرعی وضع قطع کا حامل ہو + عمر دس سے تیرہ سال کے درمیان ہو۔

نصاب: درجہ ابتدائیہ

﴿پہلا گھنٹہ﴾ **ترجمہ:** قرآن مجید آخری پانچ پارے مع مقدمہ معارف القرآن (مفتی محمد شفیع صاحب) (ساتھ میں اُردو تفاسیر سے استفادہ و مطالعہ درنگرانیِ استاذ ہفتہ میں ایک دن)

﴿دوسرا گھنٹہ﴾ **حدیث:** خیر الاصول (مولانا خیر محمد صاحب) مع حضورﷺ نے فرمایا ''عربی'' (مفتی تقی عثمانی صاحب) یا زاد الطالبین (مولانا عاشق الٰہی علیہ الرحمۃ) ''پہلی سہ ماہی'' ہماری بادشاہی (مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی) ''دوسری سہ ماہی'' تسہیل المنطق (مولانا صدیق احمد باندوی) ''تیسری سہ ماہی''

﴿تیسرا گھنٹہ﴾ **فقہ:** درسی بہشتی زیور (حکیم الامت حضرت تھانوی) مع تمارین (مکمل پانچ حصے)

﴿چوتھا گھنٹہ﴾ **صرف:** علم الصرف (مولانا مشتاق احمد چرتھاولی) ''مکمل چار حصص'' مع تمرین وخاصیاتِ ابواب

﴿پانچواں گھنٹہ﴾ **نحو:** علم النحو مکمل (مولانا مشتاق احمد چرتھاولی) مع النحو الواضح (لعلماء، مصر) ''جزئین'' ترکیب نظمِ مأتہ عامل ''آخری دو ماہ ہفتہ میں تین دن''

﴿چھٹا گھنٹہ﴾ **اصولِ دین واصولِ فقہ وقواعدِ فقہ:** اصولِ دین (مفتی عبدالواحد صاحب) ''پہلی سہ ماہی'' آسان اُصولِ فقہ (مولانا محی الدین صاحب) ''دوسری سہ ماہی'' اصولِ کرخی (امام ابوالحسن کرخی/ابوحفص نسفی) مع تاسیسُ النظر (علامہ دبوسی) ''آخری سہ ماہی''

خارجی مطالعہ: سیرتِ خاتم الانبیاء ومقامِ صحابۂ کرام (مفتی محمد شفیع صاحب) فقہ وتصوف ایک تعارف (مفتی رفیع عثمانی صاحب)

شرائطِ داخلہ

ادارہ ھٰذا سے یا وفاق المدارس العربیہ سے اعدادیہ پاس ہو + حافظ ہو + کل وقتی طالبِ علم ہو + شرعی

Idara Ghufran

وضع قطع کا حامل ہو + عمر بارہ سے پندرہ سال تک ہو

نصاب درجہ وسطیٰ اُولیٰ

﴿پہلا گھنٹہ﴾ **ترجمہ:** قرآن مجید سورہ کہف تا ختم سورۃ جاثیہ بمعاونتِ جلالین (جلال الدین محلی وسیوطی) تسہیل الفرائض (مفتی مجاہد صاحب) بغدادی قاعدہ میراث (بشیر احمد نگوی صاحب) ''آخری سہ ماہی میں ہفتہ میں تین دن''

﴿دوسرا گھنٹہ﴾ **فقہ:** الاختیار لتعلیل المختار (عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی) ''جزءِ اول''

﴿تیسرا گھنٹہ﴾ **فقہ:** الاختیار لتعلیل المختار (عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی) ''جزءِ ثانی''

﴿چوتھا گھنٹہ﴾ **صرف/ بلاغت:** مفتاح الصرف (مولانا الیاس کوہاٹی صاحب) مع انتخاب الصرف العزیز (مولانا محمد حسن صاحب) تسہیل البلاغۃ (عبیداللہ اسعدی صاحب) ''ہفتہ میں تین تین دن''

﴿پانچواں گھنٹہ﴾ **نحو وانشاءِ عربی:** نحو میر (میر شریف جرجانی) یا مفتاح النحو (مولانا الیاس کوہاٹی صاحب) مع النحو الواضح (لعلماءِ مصر) ''سوم'' ومفتاح الانشاء ''جزءِ اول'' (مولانا محمد بشیر صاحب، اسلام آباد) فقہ حنفی کے اُصول وضوابط (حکیم الامت حضرت تھانوی) ''آخری سہ ماہی میں ایک مہینہ''

﴿چھٹا گھنٹہ﴾ **فلسفہ وتاریخ وفلکیات:** مسلمانوں کا عروج وزوال (مولانا سعید احمد اکبر آبادی) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر (مولانا ابوالحسن علی ندوی) مطالعہ ''پہلی سہ ماہی'' آسان فلکیات و مطالعہ فلکیاتِ جدیدہ (مولانا موسیٰ خان) وفہم الفلکیات (شبیر احمد کاکاخیل صاحب) ''دوسری سہ ماہی''، تسہیل الفلسفہ مع مطالعہ الدین القیم (مناظر احسن صاحب) (مولانا محمد ارشاد قاسمی صاحب) ''تیسری سہ ماہی''

﴿ساتواں گھنٹہ﴾ **خارجی مطالعہ:** محاضراتِ قرآن (ڈاکٹر محمود غازی صاحب) بائبل قرآن اور سائنس (ڈاکٹر موریس بوکائیے فرانسیس)

شرائطِ داخلہ

ادارہ ھٰذا سے درجہ اولیٰ یا وفاق سے درجۂ ثانیہ پاس ہو + حافظ ہو + کل وقتی طالبِ علم ہو + شرعی وضع قطع کا حامل ہو + عمر پندرہ سے سترہ سال تک ہو۔

نصاب درجہ وسطیٰ ثانیہ

﴿پہلا گھنٹہ﴾ **ترجمہ:** قرآن مجید پندرہ پارے ابتدائی بمعاونتِ جلالین (جلال الدین محلی وسیوطی) و

مطالعہ علوم القرآن (مفتی تقی عثمانی صاحب) ''آخری سہ ماہی میں ہفتہ میں تین دن ترجمہ کے ساتھ''

﴿دوسرا گھنٹہ﴾ **حدیث:** جامع احادیث الاحکام (علامہ ظفر احمد تھانوی) لمحۃ عن علم الجرح والتعدیل (سلمان حسنی ندوی) (ہفتہ میں ایک دن)

﴿تیسرا گھنٹہ﴾ **حدیث:** کتاب الآثار (امام محمد بن حسن شیبانی) مع تیسیر مصطلح الحدیث (محمود طحان) یا آسان اُصولِ حدیث (سیف اللہ رحمانی صاحب) (پہلی و دوسری سہ ماہی ہفتہ میں دو دن)

﴿چوتھا گھنٹہ﴾ **فقہ:** الاختیار لتعلیل المختار (عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی) ''جزءِ ثالث'' فنِ اسماء الرجال (تقی الدین مظاہری) ''آخری سہ ماہی، ہفتہ میں دو دن''

﴿پانچواں گھنٹہ﴾ **فقہ:** الاختیار لتعلیل المختار (عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی) ''جزءِ رابع وخامس''

﴿چھٹا گھنٹہ﴾ **اُصولِ فقہ وقواعد الفقہ:** آسان اُصولِ فقہ (خالد سیف اللہ رحمانی صاحب) ''پہلی سہ ماہی'' الاشباہ والنظائر (علامہ ابن نجیم) مع مطالعہ شرح حموی انتخاب ''باقی سال''

خارجی مطالعہ: بدایۃ الھدایۃ (امام غزالی) تبلیغِ دین (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی)۔ خطبات بہاولپور (ڈاکٹر حمید اللہ صاحب)

شرائطِ داخلہ

ادارہ ھٰذا سے درجہ ثانیہ پاس ہو + حافظ ہو + کل وقتی طالبِ علم ہو + شرعی وضع قطع کا حامل ہو + عمر سولہ تا اٹھارہ سال ہو۔

نصاب درجہ انتہائیہ

﴿پہلا گھنٹہ﴾ **تفسیر:** بیضاوی پہلا پارہ، احکام القرآن (جصاص) دوسرے پارہ تاختم سورۂ بقرۃ ''ہفتہ میں تین تین دن پہلی سہ ماہی'' احکام القرآن (تھانوی) وتفسیر ابوسعود (علامہ ابوسعود) ''انتخاب دوسری سہ ماہی ہفتہ میں تین تین دن'' روح المعانی (علامہ آلوسی) وابنِ کثیر (حافظ عماد الدین) ''انتخاب ہفتہ میں چار دن اور اردو تفاسیر سے استفادہ ہفتہ میں دو دن آخری سہ ماہی''

﴿دوسرا گھنٹہ﴾ **اُصولِ تفسیر:** الفوز الکبیر (شاہ ولی اللہ) ''پہلی سہ ماہی'' الاتقان (جلال الدین سیوطی) ''انتخاب ومطالعہ دوسری سہ ماہی'' تاریخ التفسیر والمفسرون (اُردو ترجمہ غلام احمد حریری) ''تیسری سہ ماہی''

﴿تیسرا گھنٹہ﴾ **حدیث:** جمع الفوائد (محمد بن سلیمان) ''جزئین اولین'' [1]

[1] کتب الجمع میں سے یہ احادیث کا معروف مجموعہ محدث علامہ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو﴾

﴿چوتھا گھنٹہ﴾ حدیث: جمع الفوائد (محمد بن سلیمان) ''جزئین اخیرین''

﴿پانچواں گھنٹہ﴾ علم الکلام: اسلامی عقائد (مفتی عبدالواحد) مع مطالعہ احکامِ اسلام عقل کی نظر میں (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) ''پہلی سہ ماہی'' اسلام اور عقلیات (حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ) علم الکلام والکلام

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾ متوفی ۸۰۷ھ کا ہے جس میں مسند احمد، مسند بزاز، مسند ابی یعلیٰ اور طبرانی کی معاجم ثلاثہ کی ان زائد احادیث کو بحذف تکرار یکجا کیا گیا ہے جو صحاح ستہ میں نہیں آئیں۔ اس سے پہلے حافظ رزین بن معاویہ ۵۳۵ھ نے ''تجرید الصحاح الستہ'' کے نام سے صحاح ستہ کی احادیث کو بحذف تکرار یکجا کیا تھا لیکن رزین نے صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی بجائے موطاء امام مالک کو شمار کیا ہے، اس کے بعد حافظ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ ۶۰۶ھ نے جامع الاصول کے نام سے اسی طرح صحاح ستہ کی تجرید لکھی اور اس میں رزین سے جو احادیث چھوٹ گئی تھیں وہ بھی شامل کرلیں لیکن ابن ماجہ کو انہوں نے بھی صحاح میں شمار نہ کیا اس طرح ابن ماجہ کی تجرید نہ رزین کی کتاب میں آسکی نہ جامع الاصول میں اور نہ ہی مجمع الزوائد میں۔ کیونکہ صاحب مجمع الزوائد علامہ ہیثمی نے صحاح ستہ کے علاوہ مسانید ثلاثہ مذکورہ اور معاجم ثلاثہ کی احادیث جو صحاح کے علاوہ تھی ان کی تجرید کی اور ان کی اصطلاح میں صحاح میں ابن ماجہ شامل تھی نہ کہ موطا۔ تجرید اور جامع الاصول کی مزید تنقیح وتہذیب اور ترتیب قاضی القضاۃ شرف الدین ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم البازری ۷۳۸ھ نے کی۔ قاضی موصوف نے اس کا نام تجرید الاصول رکھا۔ اس کے بعد ۸۹۰ھ میں شیخ عبدالرحمان المعروف ابن الایبع الشیبانی الیمنی متوفی ۹۴۴ھ نے تجرید الاصول (قاضی موصوف کی) میں مزید تہذیب وتنقیح یوں کی کہ اس کے مشکل رموز وعلامات اور اصطلاحات کی تسہیل کی، جو مکررات ان کو نظر آئیں وہ ساقط کیں، کچھ اضافات کیے اور بعض مشکل لغات حدیث کی تشریح کی اور اس کتاب کے نفع کو زیادہ عام اور تام کردیا اور اس کا نام تیسیر الوصول الیٰ جامع الاصول رکھا اس کے علاوہ اور بھی کئی علماء نے اس جامع الاصول کے مختصرات اور خلاصے لکھے جن میں علامہ مجدالدین الفیروزآبادی امام اللغہ المتوفی ۸۱۷ھ بھی ہیں۔ خدمت حدیث کے اس سلسلۃ الذھب کی آخری کڑی یا آخری کوشش عظیم محدث محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی المغربی المالکی متوفی ۱۰۹۴ھ کی ہے۔ آپ نے ابن اثیر الجزری کی جامع الاصول اور علامہ ہیثمی کے مجمع الزوائد کو یکجا کرکے اور ساتھ سنن ابن ماجہ کی غیر مکرر احادیث (جو ان کتب میں نہیں آئیں) بھی جمع کرکے جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد کے نام سے کتاب لکھی۔ یہ جمع الفوائد ایک عرصہ سے نایاب تھی ۱۳۴۳ھ میں مولانا عاشق الٰہی میرٹھی علیہ الرحمہ کا دمشق (شام) جانا ہوا، وہاں محدث کبیر بدرالدین شامی کے ہاں دارالحدیث میں قیام رکھا وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ کتاب جمع الفوائد کا ایک نسخہ محمود بن رشید عطار کے پاس محفوظ ہے جو دمشق کے مضافات میں کسی بستی میں رہتے تھے آپ شیخ محمود کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے یہ نسخہ نقل کرنے کے لئے مانگا انہوں نے عنایت فرمایا، ہندوستان مراجعت پر اتفاق سے یہاں ایک بزرگ شیخ احسان اللہ سندی سے بھی اس کتاب کا ایک نسخہ آپ کو مل گیا آپ نے دونوں نسخوں کا تقابل کیا اور اصل سے اس کو ملایا پھر مطبع خیریہ میرٹھ سے اس کو ۱۳۴۵ھ میں شائع کروایا۔ اس کے بعد سے یہ عرب وعجم کے کئی مکتبوں سے شائع ہوتی رہی پس مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اس مخفی خزانے کو از سرنو منصۂ شہود پر لانیوالے بزرگ ہیں۔ جزاللہ عنا وعن المسلمین۔

ملحوظہ۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے عالم فاضل کا مختصر تین سالہ نصاب ضمان التکمیل فی زمان التعجیل ترتیب دیا تو اس میں بھی کتاب تیسیر الوصول کو شامل فرمایا۔ اور اب حضرت اقدس سیدی مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتھم نے ادارہ غفران کے پانچ سالہ مختصر دینی درسیات کے نصاب میں بھی آخری سال میں حدیث کی کتاب کے طور پر جمع الفوائد کو شامل فرمایا ہے۔ پس جمع الفوائد جامع الاصول کے صحاح ستہ، مجمع الزوائد کے معاجم ثلاثہ ومسانید ثلاثہ، زوائد ابن ماجہ اور سنن امام دارمی کل چودہ حدیث کی امہات الکتب کی غیر مکرر احادیث کا بحذف اسناد مجموعہ عظمٰی ہے اور سونے پر سہاگہ کے طور پر اس پر تخریج کا کام بھی ایک عرب عالم سید عبداللہ ہاشم یمانی الملانی نے ''اعذب الموارد فی تخریج جمع الفوائد'' کے نام سے کیا ہے جو ادارۃ القرآن کراچی کے مطبوعہ نسخہ میں حاشیہ کی صورت میں موجود ہیں۔

(شیخ شبلی) اشرف الجواب (للتھانوی) ''درس ومطالعہ درنگرانی استاد دوسری وتیسری سہ ماہی''

﴿چھٹا گھنٹہ﴾ معیشت والاقتصاد والسیاسۃ: اسلامی بینکاری کی بنیادیں (مفتی تقی عثمانی صاحب) مع مطالعہ جدید معیشت وتجارت (مفتی تقی عثمانی صاحب) ''پہلی سہ ماہی'' دستورِ اسلام (مولانا ادریس کاندھلوی صاحب) اسلام کا نظامِ اراضی، اوزانِ شرعیہ اور اسلام کا نظامِ تقسیم ودولت (مفتی محمد شفیع صاحب) ''بقیہ سال''

﴿ساتواں گھنٹہ﴾ افتاء وقضاء: اسلامی عدالت (مولانا مجاہدالاسلام القاسمی صاحب) ادب القاضی (ڈاکٹر محمود احمد غازی) مطالعہ ومذاکرہ در رہنمائی استاد۔ اسلام کا فوجداری قانون (مولانا ریاست علی) فتویٰ نویسی کے اُصول وآداب ''اُردو شرح عقود رسم المفتی'' (علامہ شامی)

اختیاری: متن الکافی (خلیل بصری) مع مطالعہ محبوب الشعراء ''اُردو فنِ عروض'' (سجاد دہلوی) ومقدمہ شعر وشاعری (الطاف حسین حالی) ومتن رشیدیہ (فنِ مناظرہ) ''شعبان، رمضان''

شرائطِ داخلہ

ادارہ ھٰذا اسے درجہ ثالثہ پاس ہو+ حافظ ہو+ کل وقتی طالبِ علم ہو+ شرعی وضع قطع کا حامل ہو+ عمر سترہ تا انیس سال ہو۔

ملاحظات

پرائمری پاس اور حافظ کے لیے یہ پانچ سالہ نصاب فاضل دینی درسیات کا نصاب ہے، اس کے بعد مختلف علوم وفنون میں مزید مطالعہ وتخصص کی دوسالہ ترتیب ہوگی۔

مجوزہ علوم وفنون برائے تخصص درجِ ذیل ہیں:

(۱)......علوم القرآن والتفسیر **(۲)**......علوم الحدیث **(۳)**......الادب والتاریخ

(۴)......الفقہ واصول الفقہ والقضاء والافتاء **(۵)**......علم التوحید والفلسفہ والمعقول (الکلام)

(۶)......علم المعیشہ والاقتصاد **(۷)**......علم الاخلاق والتصوف

واضح رہے کہ نصاب کی اصل روح ایک طرف معلم اور اس کی تعلیمی قابلیت اور تدریسی ذوق ومہارت ہے اور دوسری طرف تعلیم وتربیت کا عمدہ نظم وماحول، طلبہ کرام کا ذوق وشوق اور محنت ومواظبت ہے؛ اس کے بغیر کوئی نصاب خواہ کتنا ہی جامع، مانع اور موافقِ زمانہ ہو، وہ پورے نتائج نہیں دے گا۔

تذکرۂ اولیاء

انیس احمد حنیف

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

صحابئ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (قسط ۲)

شام ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا جمع کیا اور اپنی مطلوب ومحبوب ہستی ﷺ سے ملنے چلا...... آپ ﷺ قبا میں ہی تو تھے...... آپ کے ساتھ آپ کے کچھ وفادار صحابہ کرام بھی تھے میں حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی ...... مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے کچھ ساتھی بھی ہیں جو اپنے وطن سے دور ہیں اور اس وقت حاجتمند بھی ہیں...... میرے پاس یہ کچھ کھانے کی چیزیں ہیں، صدقہ کی نیت سے رکھی تھیں...... اب آپ حضرات سے زیادہ بھلا اور کون ان کا مستحق ہوسکتا ہے...... یہ لیجئے اور نوش فرمایئے ...... یہ کہہ کر میں نے وہ چیزیں ان کے سامنے رکھ دیں ...... نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو کھانے کا حکم فرمایا لیکن آپ ﷺ خود نوش نہیں فرمارہے تھے (میں نے جان لیا کہ یہ صدقہ کا مال استعمال نہیں کرتے) ان کی سچائی کی ایک نشانی کا مشاہدہ کرکے میں اس دن تو چلا آیا۔

پھر اگلے دن دوبارہ حاضر ہوا اور اب کی بار عرض کیا کہ کل میرے پاس کچھ صدقہ تھا جسے آپ نے خود نوش نہیں فرمایا آج یہ کچھ چیزیں میرے پاس ہیں جو میں آپ کے خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کررہا ہوں امید ہے کہ آپ تناول فرمائیں گے...... نبی کریم ﷺ نے میرا دیا ہوا ہدیہ خود بھی نوش فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی دیا...... یہ راہب کی بتائی ہوئی دوسری نشانی تھی جس کا میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہا تھا۔

کچھ روز کے بعد ایک مرتبہ پھر میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اس وقت ایک جنازے کے ساتھ تھے، آپ ﷺ کے گرد صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین بھی موجود تھے...... اس وقت آپ ﷺ کے بدن مبارک پر دو بڑی چادریں تھیں ایک کو آپ ﷺ نے تہ بند کے طور پر باندھا ہوا تھا جبکہ دوسری چادر اوپر اوڑھ رکھی تھی، میں نے جاتے ہی آپ کو سلام کیا اور آپ ﷺ کی پشت کی جانب کو پلٹ گیا...... آپ ﷺ سمجھ گئے کہ میں کیا چاہتا ہوں اور کس چیز کی جستجو میں ہوں پس آپ ﷺ نے چادر کو اپنی پشت مبارک سے اس طرح ہٹایا کہ میں نے مہر نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا...... میں نے اسے بالکل ویسا ہی پایا جیسے میرے

Iqra Ghufran

پرانے ساتھی نے مجھ سے بیان کیا تھا......(جب بند آنکھوں کے سپنے، کھلی آنکھوں کے سامنے یوں تعبیر کی صورت میں آکھڑے ہوں، تو دھڑکنوں کی بے ربط چال اور سانسوں کی گرمی، گزری عمر کی پیاس کے خُمار کو آنکھوں کے رستے باہر انڈیل دیتے ہیں) میں جذبات کی شدت میں روتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک پر نظر آنے والی اس مہرِ نبوت کو بوسے دینے لگا......آپ ﷺ (گویا میرے اندر کی ساری کہانی پڑھ چکے تھے) فرمانے لگے، ادھر پلٹ آؤ میں پلٹ کر آپ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور آپ ﷺ سے اپنا سارا حال بیان کیا جیسے اے ابن عباس میں تم سے بیان کر رہا ہوں (یہ کہتے ہوئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی گفتگو میں ہمہ تن گوش حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا) نبی کریم ﷺ میری آپ بیتی سن کر بہت خوش ہوئے اور (تب اے ابن عباس) میں اسلام لے آیا......آپ ﷺ نے میری یہ دلچسپ داستان اپنے اصحاب کو بھی سنوائی......

(میں اسلام تو لے آیا لیکن حق کی تلاش کے اس سفر میں جو غلامی میرا مقدر بن چکی تھی ابھی مجھے اس سے بھی تو چھٹکارا پانا تھا کہ یہ میری روح کی تسکین میں جسم کو شامل ہونے سے روکے ہوئے تھا) اسلام اور کفر کے درمیان ہونے والا عظیم معرکہ بدر اسی دور میں پیش آیا (جب میری روح میرے حقیقی آقا ﷺ کی محبت میں سرشار تھی لیکن میرا جسم غلامی کی زنجیروں میں جکڑا کسی اور کے احکام کی تعمیل میں مصروف تھا) جبھی تو میں اسلام لانے کے باوجود اپنے محبوب ﷺ کے فدائیوں کے ساتھ اپنی وفاداری کے جوہر دکھانے سے قاصر رہا...... پھر غزوہ احد پیش آیا لیکن تب بھی میرا حال کچھ پہلے سے مختلف نہیں تھا میں اب بھی نبی کریم ﷺ کی امارت میں اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ نہیں کر سکا......(اس کے بعد ہی تو) نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا (تھا) کہ اپنے آقا کو کچھ معاوضہ دے کر اس کی غلامی سے آزادی حاصل کر لو......دل نے آپ ﷺ کے اس مشورہ کو حکم جانا اور میں نے اپنے آقا کی خدمت میں رہائی کی درخواست کر دی، (دل اگر عمل کے ساتھ ہو تو استقامت کی کرامت آدمی کو حاصل ہو ہی جایا کرتی ہے) میں بار بار اپنے آقا سے رہائی کی درخواست کرتا ہی رہا یہاں تک کہ اس نے مجھے آزاد کرنے کا وعدہ کر ہی لیا، لیکن شرط یہ رکھی کہ میں اس کے عوض اسے تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونا دوں گا......میں نے اس کی یہ شرط نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کر دی، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چنانچہ ہر شخص اپنی بساط کے مطابق دس، پندرہ، بیس اور تیس درختوں سے میری مدد کرنے لگا...... نبی کریم ﷺ

نے فرمایا کہ اے سلیمان جاؤ اوران کے بونے کے لئے گڑھا کھودو، لیکن جب تم انہیں بونے کا ارادہ کرو تو مجھے آ کر اطلاع کر دینا، خود درخت نہیں لگانا، کہ میں اپنے ہاتھ سے تمام درخت لگاؤں گا

پھر میں کھدائی کے لئے اٹھا، ساتھیوں نے بھی مدد کی ہر شخص اپنے اپنے درخت لے آیا اور نبی کریم ﷺ تشریف لائے آپ خود اپنے دست مبارک سے درخت لگاتے تھے اور برکت کی دعا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے پورے تین سو درخت اسی طرح لگا دیئے ......اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے، ان میں سے کوئی پودا بھی نہیں مرجھایا (یوں یہ تین سو درختوں والی شرط تو پوری ہوئی اور اب چالیس اوقیہ سونے والا معاملہ باقی رہ گیا)

ایک روز نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب انڈے کے برابر سونا لائے جو انہین غالباً کسی معدن میں سے ملا تھا انہوں نے وہ لا کر دربارِ نبوی میں پیش کر دیا حضرت سلمان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے طلب فرمایا اور فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور اپنی جانب سے اس مال کے عوض میں ادا کر دو جو تم پر واجب ہے، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ اتنا کہاں ہوگا جتنا مجھ پر واجب ہے (یعنی میرا یہی خیال تھا کہ یہ چالیس اوقیہ سے کم ہی ہوگا) لیکن نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جانب سے ادا فرما دیں گے......حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی بات کو سچا رکھا کہ) وہ سونا وزن میں ٹھیک چالیس اوقیہ نکلا...... یوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کافر کی غلامی سے آزادی ملی......آزادی کے بعد آپ نبی کریم ﷺ ہی کی خدمت میں رہنے لگے۔

(جاری ہے......)

پیارے بچّو! حکیم محمد فیضان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

چغل خوری کا انجام

پیارے بچو! کسی کی کوئی ایسی بات جس میں دوسرے کی برائی بیان کی گئی ہواور دوسرے کو بھڑکایا گیا ہو تو اسے دوسرے تک پہنچانا، چغلی کہلاتا ہے۔

اسی کو لگائی بجھائی کرنا بھی کہتے ہیں، چغل خوری سے آپس میں دشمنیاں لڑائی جھگڑے پیدا ہوجاتے ہیں، رشتے ناطے اور تعلقات خراب ہوتے ہیں، معاشرے میں بگاڑ اور فساد پھیل جاتا ہے۔

پیارے بچوّ چغلی کا یہ عمل ہمارے مذہب میں بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ ہمارے نبی سرور دوعالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ چغلخور جنّت میں نہیں جائے گا۔ چغلی کرنے کا دنیاوی نقصان بھی بہت ہے۔ لوگ ایسے آدمی کو بہت برا سمجھتے ہیں کیونکہ اسکی وجہ سے گھر گھر میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جس کو ایک دفعہ چغلی کرنے کی عادت ہوجائے تو وہ بڑے ہوکر بھی چھوٹتی تو ہے نہیں، بس کچھ ہی دنوں میں سب کو پتہ چل جاتا ہے کہ اس بندے کو چغلی کرنے کی عادت ہے۔ پھر تو وہ انسان ایسا بدنام ہوتا ہے کہ ہر بندہ دل ہی دل میں اس کو برا سمجھنے لگتا ہے۔

پیارے بچوّ! آج آپ کو ایک چغلخور کا قصہ سناتا ہوں .... بہت پرانے زمانے کی بات ہے۔

عرب کے ملک میں ایک اچھا خاصا مال دار گھرانہ آباد تھا۔ ان کی فیملی میں ایک میاں صاحب اور ایک ان کی بیگم صاحبہ تھیں، ہنسی خوشی ان کی زندگی گذر رہی تھی۔ میاں صاحب کو ایک دن خیال آیا کہ اللہ نے ہمیں اتنا روپیہ پیسہ دیا ہے کیوں نہ ہم لوگ کام کاج کے واسطے ایک غلام خرید لیں ...... پہلے زمانے میں غلام اور باندیاں ہوتی تھیں اور لوگ اپنے کام کاج کے لئے ان کو خرید لیتے تھے جو کہ ان کی خدمت بھی کرتے اور گھر کا کام کاج بھی کرتے تھے...... میاں صاحب غلام خریدنے بازار جا پہنچے............ ایک غلام ان کو پسند آ گیا، جوان ہٹا کٹا اور خوبصورت...... غلام بیچنے والے سے پوچھا کیوں بھئی اس غلام میں کوئی عیب تو نہیں ہے؟...... بیچنے والے نے کہا کہ اس غلام میں کوئی عیب نہیں ہے، بس ذرا سی چغلی کھانے کی عادت ہے۔

میاں صاحب نے کہا چلو یہ تو کوئی بڑا عیب نہیں ہے۔ غلام کی قیمت پوچھی اور دام ادا کر کے اسے خرید لیا

Idara Ghufran

اور اپنے گھر لے آئے ......غلام بہت فرمانبردار تھا، خدمت کرتا تھا، جو کام بھی کہتے فوراً کر دیتا تھا...... میاں صاحب تو کچھ دنوں کے بعد بھول ہی گئے کہ غلام میں کوئی عیب بھی ہے......اب غلام کو تو اپنی پرانی عادت ستانے لگی، وہ سوچنے لگا کہ کیا چغلی کروں، کیا چغلی لگاؤں؟......کس سے لگاؤں ؟......آخر اس نے ایک دن برا سا منہ بنایا اور بیٹھ گیا۔ میاں صاحب اپنے کام پر گئے ہوئے تھے......بیگم صاحبہ نے سوچا پتہ نہیں کیا بات ہے، غلام آج کچھ چپ چپ سا ہے......کہیں غلام کی طبیعت تو خراب نہیں......؟ بیگم صاحبہ نے غلام سے پوچھا کیا بات آج کام نہیں کر رہے ہو، سارا کام بکھرا پڑا ہے......طبیعت تو ٹھیک ہے......؟ بس غلام تو موقع کی تلاش میں تھا اس کو چغلی لگانے کا موقع مل گیا...... بولا بیگم صاحبہ نہ ہی پوچھو تو بہتر ہے بات کہنے کی نہیں...... یہ سن کر تو بیگم صاحبہ کی پریشانی اور بڑھ گئی، گھبرا کر پوچھا اللہ خیر کرے کیا مسئلہ ہے۔

غلام نے پھر پینترا بدلا کہنے لگا جانے دیں آپ برا مان جائیں گی۔ اور میاں صاحب کو بتا دیں گی۔

پھر تو بیگم صاحبہ کو اور بھی پریشانی ہوئی......سختی سے کہنے لگی کہ مجھے جلدی بتا کیا بات ہے ؟

غلام کہنے لگا کہ کیا بتاؤں آپ تو اتنی اچھی ہیں، پیاری ہیں، خوبصورت ہیں، جوان ہیں، اور عادت بھی اتنی اچھی ہے۔ میاں صاحب سے بھی اتنی محبت کرتی ہیں، اور میاں صاحب ہیں کہ دوسری عورت سے شادی کرنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ بیگم نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے، میرے میاں تو اچھے ہیں، وہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے......غلام نے کہا کہ مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے مجھے تو آپ کا خیال ستا رہا ہے کہ آپ ہی کو بعد میں پریشانی ہوگی......مگر آپ فکر نہ کریں میرا ایک جاننے والا ہے وہ تعویز دھاگے کا کام کرتا ہے عامل ہے۔ بس آپ اس طرح کریں کہ استرے سے میاں صاحب کی داڑھی کے کچھ بال کاٹ کر مجھے لا دیں، ایسا عمل کروا دونگا کہ میاں صاحب آپ سے ہٹ کر کبھی کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کریں گے......یہ سن کر بیگم صاحبہ نے کہا یہ کون سا مشکل کام ہے یہ ایک پیسہ لے اور جلدی سے مجھے تیز سا استرا لا کر دے میں آج ہی رات کو جیسے ہی میرے میاں سو جائیں گے، بال کاٹ کر تجھے لا دوں گی......اور جو خرچہ بھی عامل کا ہوگا وہ بھی دے دونگی بس میرا یہ کام کرا کے دے۔

غلام نے فوراً بیگم صاحبہ سے ایک پیسہ لے کر استرا خریدا اور خوب تیز کر کے بیگم صاحبہ کو لا کر دے دیا۔

غلام دل ہی دل میں بہت خوش ہوا کہ کام بن گیا۔ بیگم صاحبہ اس کے کہنے میں آ گئی...... اور اب میاں صاحب کے پاس جا پہنچا۔ کہنے لگا آقا اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات کہوں......؟ میاں صاحب نے

Idara Ghufran

کہا کہو کیا بات ہے، کیا چاہئے؟...... غلام بولا: نہیں آقا چاہئے تو کچھ نہیں اللہ آپ کا سایہ سلامت رکھے، کچھ آپ کے گھر کی بات ہے آپ تو سارا دن کام پر ہوتے ہیں، اور گھر میں...... مالک نے کہا کیا ہوا گھر میں...... کوئی چوری ہوگئی، بولتا کیوں نہیں کیا مصیبت آگئی گھر میں؟...... غلام نے کہا...... آپ ناراض ہوں گے جانے دیں...... آپ کے گھر کا راز کیسے فاش کروں...... مالک نے کہا کچھ بتائے گا بھی کیا بات ہے؟ غلام بولا اگر مجھے نہ ماریں اور بیگم صاحبہ کو بھی نہ بتائیں تو بتا دیتا ہوں...... مالک نے کہا ہاں ہاں بتا کیا بات ہے تو بے فکر ہو کے بتا...... غلام نے آہستہ سے کان میں کہا آقا آپ تو کام پر چلے جاتے ہیں آپ کے بعد وہاں گھر پر غیر مرد آتے جاتے ہیں۔ آج تو بیگم صاحبہ نے آپ کو بالکل جان سے ہی مارنے کا منصوبہ تیار کرلیا ہے...... بس آپ رات کو سونے کی ایکٹنگ کر کے لیٹ جانا۔ پھر خود ہی دیکھ لینا، آج سوتے ہوئے آپ کی گردن استرے سے کاٹنے کا پروگرام ہے۔ استرا لاکر رکھا ہوا ہے، جان کی خیر چاہئے تو بس آج جاگتے رہنا...... یہ سن کر میاں صاحب بہت پریشان ہوئے کہ میں اپنی بیوی کو اتنی اچھی سمجھتا ہوں، اور اتنا اعتبار کرتا ہوں اور اس نے یہ گل کھلا رکھے ہیں کہ میری جان کی دشمن بنی ہوئی ہے۔

میاں صاحب رات کو گھر آئے کھانا کھا کر جلدی سے بستر پر لیٹ گئے، اور جھوٹ موٹ سونے کا بہانہ کرلیا، مگر چپکے چپکے سے ہلکی ہلکی آنکھیں کھول کر دیکھتے رہے کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ ادھر بیگم صاحبہ کام کاج سے فارغ ہوئی، دیکھا کہ میاں صاحب تو سوچکے ہیں اور نیند کے مزے لے رہے ہیں تو بیگم صاحبہ نے موقع اچھا سمجھا اور استرا اٹھا کر لائیں اور جیسے ہی داڑھی سے بال کاٹنے کو ہاتھ بڑھایا...... میاں سمجھ گیا کہ غلام نے جو خبر دی تھی وہ سچ ہے...... اس سے پہلے کہ بیوی کچھ کہتی اس کے ہاتھ سے استرا چھین کر اسی استرے سے بیوی پر وار کر کے ختم کر دیا ادھر بیوی کے میکے والوں کو پتہ چلا کہ ہماری بیٹی کو داماد نے مار دیا تو بدلہ میں انہوں نے غصہ میں آکر میاں صاحب کو قتل کر دیا۔

اور یوں ایک چغل خور کی وجہ سے پورا گھرانا اجڑ گیا۔ ہنستی مسکراتی زندگی آہوں سسکیوں کی نظر ہوگئی، بچے یتیم ہوگئے۔

اس واقعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ چغل خوری اور لگائی بجھائی سے کس طرح گھر اجڑتے ہیں اور خاندان کے خاندان ختم ہوجاتے ہیں، چغل خوری اور لگائی بجھائی بہت بری بلا ہے اس سے ہمیں بچنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں چغلی اور غیبت سے بچائے آمین۔

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

زیب وزینت سے متعلق چند بنیادی ہدایات

معزز خواتین! زیب وزینت ہر انسان کی ایک فطری خواہش ہے خصوصاً خواتین میں یہ تقاضا مردوں کی بنسبت زیادہ پایا جاتا ہے کیونکہ ہر عورت طبعاً حسین وجمیل ہونا پسند کرتی ہے، اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس لئے دیگر فطری تقاضوں کی طرح اسلام انسان کو اس خواہش کے پورا کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے لیکن جس طرح دوسرے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کی حدود مقرر ہیں اور ان کو ملحوظ رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اسی طرح اس جذبے کو پورا کرنے کے لئے بھی اسلام نے کچھ ہدایات بتائی ہیں جن کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔

زیب وزینت سے متعلق یوں تو بہت سارے احکام ہیں جن کو فقہائے کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور دورِ حاضر کے بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی چھپ کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں، مگر ان تمام احکام کو اجمالی طور پر چند اصولی احکام میں سمیٹا جا سکتا ہے۔

زیب وزینت سے متعلق چند اصولی ہدایات

پہلی ہدایت: سب سے پہلے یہ بات جان لینی چاہئے کہ زیب وزینت کا درجہ ضرورت اور سہولت کے بعد کا ہے اس لئے زیب وزینت میں منہمک ہو کر اپنے دینی ودنیوی ضروری کاموں کا حرج نہیں کرنا چاہئے۔

دوسری ہدایت: یہ بھی ملحوظ رہے کہ زیب وزینت شرعاً فقط جائز اور پسندیدہ عمل ہے لہٰذا اس کو حد سے نہیں بڑھانا چاہئے کہ اس کے ساتھ فرض واجب جیسا برتاؤ ہونے لگے لیکن یہ بھی مناسب نہیں کہ صفائی وزیبائش کو بالکل ہی چھوڑ دیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جائز زیب وزینت اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختیار کرے، اس لئے کہ ہر وقت زیادہ بن ٹھن کر رہنا، بناؤ سنگھار کو مستقل ایک مشغلہ بنا لینا اور طرح طرح کے طریقے اس کے لئے سوچنا اور ذہن کو ہر وقت اس میں الجھا کر رکھنا نیز اس کے لئے باقاعدہ بیوٹی پارلروں میں جانا ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے۔

دوسری طرف کسی قریبی عزیز وغیرہ کی وفات یا کسی اور صدمے کی وجہ سے حدودِ شرعیہ سے تجاوز کر کے ایسا سوگ کرنا کہ جس میں ضروری درجے کی صفائی اور پاکیزگی کو ہی چھوڑ دیا جائے تو یہ بھی شرعاً گناہ ہے جیسا کہ بعض خواتین اس طرح کے حادثات کے بعد آنے والے پہلے خوشی کے مواقع مثلاً عید، بقرعید وغیرہ پر میلا کچیلا لباس ہی پہنے رکھتی ہیں اور باوجود ضرورت کے نہ بالوں میں تیل لگاتی ہیں اور نہ ہی کنگھی وغیرہ کرتی ہیں، سو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جس خاتون کا شوہر انتقال کر جائے اس کو دورانِ عدت سوگ کرنا یعنی بناؤ سنگھار نہ کرنا واجب ہے اور شوہر کے علاوہ کسی اور رشتہ دار کے فوت ہونے پر اگر شوہر منع نہ کرے تو تین دن تک بناؤ سنگھار چھوڑ دینا درست ہے اس سے زیادہ بالکل حرام ہے، اور اگر شوہر بناؤ سنگھار چھوڑنے سے منع کرے تو تین دن بھی نہ چھوڑے (بہشتی زیور)

ام المؤمنین کا واقعہ

ام المؤمنین حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنی تو دو دن کوئی خوشبو نہ لگائی پھر تیسرے دن خوشبو منگا کر جو زرد رنگ کی تھی اپنے بازؤں اور رخساروں پر لگائی، اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اس وقت خوشبو لگانے کی بالکل کوئی ضرورت نہ تھی لیکن حدیث کی وعید سے بچنے کے لئے خوشبو استعمال کی ہے، اس لئے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں کہ (کسی میت پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے کہ اس (کی موت ہو جانے) پر چار مہینے دس دن سوگ کرے (صحیح مسلم ج۱ص۴۸۷)

خلاصہ یہ کہ نہ تو زیب و زینت کو بالکلیہ چھوڑ دینا ہی مناسب و پسندیدہ ہے اور نہ ہر وقت اسی مشغلے میں رہنا ہی اچھا ہے بلکہ اعتدال ہونا چاہئے۔

تیسری ہدایت: زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کے اظہار کی اجازت صرف شوہر اور محارم کے سامنے ہے پھر اس میں بھی شوہر اصل ہے کیونکہ عموماً دیندار اور شرم و حیاء والی خواتین اپنے محرم رشتہ داروں مثلاً باپ، بھائی، چچا، ماموں وغیرہ کے سامنے بن ٹھن کر رہنے کو معیوب اور برا سمجھتی ہیں، اس لئے شادی شدہ خواتین کو اس بات کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے کہ زیب و زینت سے اصل مقصود شوہر کو راضی و خوش کرنا ہے اور شوہر

کے لئے زیب وزینت کرنا یہ ہے کہ گھر میں رہتے ہوئے زیب وزینت کی جائے نہ کہ باہر نکلتے وقت۔
گھر میں سادہ لباس اور عام حالت میں رہنا اور باہر نکلتے وقت خوب زیب وزینت کا اہتمام کرنا یہ زیب وزینت گویا شوہر کے لئے نہ ہوئی بلکہ غیروں کے لئے ہوئی، چنانچہ علامہ ابنِ حاج مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں عورتوں نے احکامِ شرع کی پاسداری تو کجا مخالفت کی ٹھانی ہے، چنانچہ گھروں میں اپنی عادت کے مطابق میلے لباس، پراگندہ بالوں اور پسینے میں شرابور رہتی ہیں، اگر کوئی اجنبی بھی انہیں دیکھے تو نفرت و ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گا تو شوہر کا دل کس طرح ان کے ساتھ رہنا گوارا کرے گا لیکن جب یہی عورتیں باہر نکلنے کا ارادہ کرتی ہیں تو عمدہ سے عمدہ لباس وزیورات سے مزین ہو کر راستے کے درمیان یوں چلتی ہیں جیسے کوئی نئی نویلی دلہن ہو، یہ سب سنت سے غفلت و اعراض اور سلف صالحین کے طریقہ کی خلاف ورزی ہے'' (المدخل لابنِ حاج ج۱ ص۲۴۴و۲۴۵، بحوالہ خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام اور ان کی سائنسی حکمتیں ص۴، مؤلفہ مفتی ضیاء الرحمٰن صاحب)

اجنبی مردوں کے سامنے زیب وزینت کے اظہار سے حفاظت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک حدیث شریف میں ہے ''جو عورت عطر لگا کر باہر نکلے اور اس کا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہو جو اس کی خوشبو کو محسوس کریں تو وہ عورت زانیہ (جیسی گناہ گار) ہوگی'' (مسند احمد ج۴ ص۴۱۴)
غور کیجئے زیب وزینت تو پھر نظر آنے والی چیز ہے اسلام تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی خاتون مہکنے والی خوشبو لگا کر عام راستے پر چلے، اور بالخصوص اجنبی مردوں کے پاس سے ایسی حالت میں گذرے، کیونکہ خوشبو فضا میں تحلیل ہو کر آگے بڑھے گی اور اس سے مردوں کے جنسی جذبات لامحالہ ابھریں گے، جو کسی بڑے فتنے کا پیشِ خیمہ بھی بن سکتے ہیں۔

جائز زیب وزینت کرنا شوہر کا حق ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک حق مرد کا یہ ہے کہ اپنی صورت بگاڑ کے اور میلی کچیلی نہ رہا کرے، یہاں تک کہ اگر مرد کے کہنے پر بھی عورت بناؤ سنگھار نہ کرے تو مرد کو (شرعی حدود میں رہتے ہوئے) مارنے کا اختیار ہے'' (بہشتی زیور مدلل ص ۳۳۸)

لہٰذا اگر کوئی خاتون شوہر کے چاہنے کے باوجود صفائی ستھرائی اور زیب وزینت اختیار نہ کرے تو شوہر کے لئے بیوی کو مناسب تنبیہ کرنے کا حق حاصل ہے، نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ شوہر کو خوش کرنے کی نیت سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے زیب وزینت کرنے سے ثواب بھی حاصل ہوتا ہے، خلاصہ یہ کے خواتین کو چاہئے کہ اصلاً تو شوہر کی خاطر اور ضمناً محرم رشتہ داروں کے سامنے بھی زیب وزینت کا اظہار کرسکتی ہیں، اجنبی مردوں کے سامنے زیب وزینت ظاہر کرنا سخت گناہ ہے اس سے پرہیز کریں۔

چوتھی ہدایت: زیب وزینت کرنے سے فخر اور نمود ونمائش ہرگز مقصود نہ ہو، کیونکہ دوسری خواتین پر فخر کرنے اور بڑائی جتانے کے لئے یا دوسروں کے سامنے اپنے مال ودولت کے ظاہر کرنے کے ارادے سے زیب وزینت اختیار کرنا سخت گناہ ہے۔

یہ چند ایک بنیادی درجے کی ہدایات ہیں، اس کے علاوہ بھی زیب وزینت سے متعلق بہت سارے شرعی احکام ہیں جن کی تفصیل اس مختصر مضمون میں بیان نہیں کی گئی ان کے لئے اس موضوع پر مفصل کتابیں موجود ہیں اس مضمون میں فقط اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ زیب وزینت سے متعلق خواتین اپنے آپ کو آزاد نہ سمجھیں بلکہ یہ ذہن میں رہے کہ زیب وزینت کے بارے میں بھی شرعی احکام موجود ہیں جن کا لحاظ رکھنا مسلمان خواتین کے لئے ضروری ہے، لہٰذا زیب وزینت کی جس چیز یا جس طریقے کے بارے میں شرعی حکم معلوم نہ ہو تو کسی مستند عالمِ دین سے مسئلہ پوچھ کر اس کے مطابق عمل کیا کریں۔

خلاصہ یہ کہ زیب زینت کرنا اگرچہ خواتین کا فطری حق ہے، شرعاً اس پر پابندی نہیں لیکن شرعاً اس کی کچھ حدود مقرر ہیں، ان کا لحاظ رکھتے ہوئے فقط جائز زیب وزینت کو اختیار کیا جائے اور حرام زیب وزینت سے بچا جائے۔ واللہ الموفق۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان وقفہ کا معمول بنانے کا حکم

سوال ......: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

آج کل بہت سی مساجد میں رواج ہو رہا ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد کچھ وقفہ کیا جاتا ہے مثلاً دو، تین منٹ یا اس سے بھی زیادہ، بعض مساجد میں وقفہ کا اعلان بھی لکھ دیا جاتا ہے، اور اس وقفہ کے بعد جماعت کھڑی کی جاتی ہے اور اس کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ کچھ وقفہ دینے سے مغرب کی جماعت میں زیادہ لوگ شامل ہو جاتے ہیں، تو کیا ان کا یہ طریقۂ کار مناسب ہے یا نہیں؟ نیز اس طرح کے طرزِ عمل میں یہ چیز بھی مشاہدہ میں آئی ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد وقفہ کے دوران بعض لوگ دو رکعت نفل نماز پڑھتے ہیں اور بعض اوقات اسی دوران مغرب کی نماز کھڑی ہو جاتی ہے اور صفوں کی درستگی میں بھی خلل واقع ہوتا ہے اور فرض نماز شروع ہونے کے بعد خود نفل نماز میں مشغول شخص کی اپنی نماز میں بھی امام کی آواز کی وجہ سے خلل واقع ہوتا ہے، جب اس سلسلہ میں ائمہ حضرات سے رابطہ کیا جاتا ہے تو وہ مختلف قسم کے جوابات اور حوالہ جات دیتے اور مختلف قسم کی تاویلات کرتے ہیں، اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ اس مسئلہ پر مفصل انداز میں روشنی ڈال کر مسئلہ پوری طرح واضح اور صاف کیا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب......: احادیث و روایات میں مغرب کی نماز کو جلدی پڑھنے کی بہت زیادہ ترغیب و تاکید آئی ہے، اس سلسلہ میں وارد شدہ چند احادیث و روایات اور آثار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

﴿۱﴾......صَلُّوا الْمَغْرِبَ مَعَ سُقُوْطِ الشَّمْس (مجمع الزوائد کتاب الصلاۃ باب وقت المغرب، بحوالہ طبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: ''مغرب کی نماز سورج غروب ہوتے ساتھ ہی پڑھو''

﴿۲﴾......عَنْ عُمَرَ قَالَ: صَلُّوا الْمَغْرِبَ وَالْفِجَاجُ مُسْفِرَةٌ (کنز العمال ج۸ حدیث نمبر ۲۱۱۸۱۷)

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مغرب کی نماز ایسے وقت میں پڑھو کہ دو گھاٹیوں

کے درمیان راستہ روشن ہو (یعنی صاف دکھائی دے رہا ہو کیونکہ گھاٹیوں کے درمیان راستہ ایک پتلی سی پٹی اور پگڈنڈی کی صورت میں ہوتا ہے، ذرا سا اندھیرا بڑھ جائے تو اس کا نظر آنا مشکل ہو جاتا ہے)''

﴿۳﴾......عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَسْلَمَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: اَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهَالِيْهِمْ اِلٰى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَرْمُوْنَ وَيُبْصِرُوْنَ مَوَاقِعَ سِهَامِهِمْ (نسائی ج ۱، کتاب المواقیت، باب تعجیل المغرب)

ترجمہ: ''بنی سلمہ کے ایک شخص جو حضور ﷺ کے صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ (یعنی خود یہ راوی اور دیگر مضافات سے آنے والے صحابہ کرام بھی) اللہ کے نبی کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور پھر مدینہ کے نواح میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تھے (اور ابھی آسمان کے کنارے اتنے روشن ہوتے تھے کہ) وہ تیر پھینکتے تو تیر گرنے کی جگہ ان کو نظر آ رہی ہوتی (حالانکہ تیر کمان سے پھینکا جائے تو کافی فاصلے پر جا کر گرتا ہے)''

﴿۴﴾......عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ كُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ ثُمَّ نَرْجِعُ اِلٰى مَنَازِلِنَا وَهِیَ مِيْلٌ وَاَنَا اَبْصُرُ مَوَاقِعَ النَّبَلِ (مصنف عبدالرزاق، ج ۱، کتاب الصلاۃ، باب وقت المغرب)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر میل بھر کی مسافت پر واقع اپنے گھروں کو لوٹتے تھے تو مجھے تیر گرنے کی مسافت تک صاف دکھائی دیتا''

﴿۵﴾......عَنْ اَنَسٍ كُنَّا نُصَلِّی الْمَغْرِبَ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ نَاْتِیْ بَنِیْ سَلِمَةَ وَاَحَدُنَا يَرٰى مَوْقِعَ نَبْلِهٖ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، کتاب الصلاۃ، من کان یری ان یعجل المغرب)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مغرب کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھتے تھے اور پھر ہم (قبیلہ) بنی سلمہ کے (مقام) تک آتے جبکہ ہم میں سے کوئی بھی شخص تیر واقع ہونے کی مسافت تک (صاف) دیکھ پاتا تھا''

﴿۶﴾......عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ کُنَّا نُصَلِّی الْمَغْرِبَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَیَنْصَرِفُ اَحَدُ نَاوَاِنَّهٗ لَیَنْظُرُ اِلٰی مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، کتاب الصلاۃ، من کان یری ان یعجل المغرب)

ترجمہ: ''حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں مغرب کی نماز پڑھ کر جب لوٹتے تھے تو ہم میں کا کوئی بھی ایک تیر گرنے کی مسافت تک دیکھ پاتا تھا''

﴿۷﴾......عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیْ قَالَ: کُنَّانُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَنَنْصَرِفُ اِلَی السُّوْقِ وَلَوْ رَمٰی اَحَدُنَا بِنَبَلٍ لَابْصَرْتُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ (مجمع الزوائد ج ۲ کتاب الصلاۃ، باب وقت المغرب، بحوالہ احمد، طبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: ''حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور اس کے بعد ہم بازار لوٹ آتے تھے، اگر ہم میں سے کوئی شخص تیر پھینکتا تو مجھے تیر کی جگہ دکھائی دیتی تھی''

اسی طرح بعد میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مغرب کی نماز جلدی پڑھنے کا معمول رہا:

﴿۸﴾......عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَمْ یَجْمَعْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی شَیْئٍ کَاجْتِمَاعِهِمْ عَلَی التَّنْوِیْرِ فِی الْفَجْرِ وَالتَّعْجِیْلِ فِی الْمَغْرِبِ، کَذَافِیْ مَسَانِیْدِالْاِمَامِ الْاَعْظَمْ (بحوالہ اعلاء السنن ج ۲ ص ۴۶)

ترجمہ: ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع جس طرح فجر کی نماز روشنی پھیلنے پر پڑھنے کے متعلق اور مغرب کی نماز جلدی پڑھنے کے متعلق ہوا ہے اس طرح کسی اور چیز پر نہیں ہوا''

﴿۹﴾......صَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ مَعَ سُقُوْطِ الشَّمْسِ، بَادِرُوْا بِهَا طُلُوْعَ النُّجُوْمِ (الجامع الصغیر ج ۴، باب حرف الصاد حدیث نمبر ۵۰۲۴، بحوالہ طبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: ''مغرب کی نماز سورج غروب ہوتے ساتھ ہی پڑھو، مغرب کی نماز پڑھنے میں بازی لے جاؤ ستاروں کے طلوع ہونے پر''

﴿۱۰﴾......صَلُّوْا الْمَغْرِبَ حِیْنَ فِطْرِ الصَّائِمُ مُبَادِرَةً طُلُوْعَ النُّجُوْمِ (مصنف ابنِ

ابی شیبه، ج ۱ ،کتاب الصلاۃ،من کان یری ان یعجل المغرب)

ترجمہ: ’’مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب روزہ دار افطار کرتا ہے (یعنی غروب ہوتے ہی بلا تاخیر) ستاروں کے طلوع پر سبقت کرتے ہوئے‘‘

﴿۱۱﴾......صَلُّوْا الْمَغْرِبَ لِفِطْرِ الصَّائِمِ وَبَادِرُوْا طُلُوْعَ النُّجُوْمِ (مجمع الزوائد بحواله اعلاء السنن ج ۲ ص ۴۶)

ترجمہ: ’’مغرب کی نماز روزہ دار کے افطار کے وقت میں پڑھو اور (نماز پڑھنے میں) ستاروں کے طلوع پر سبقت لے جاؤ‘‘

﴿۱۲﴾......لَاتَزَالُ اُمَّتِیْ عَلَی الْاِسْلَامِ مَالَمْ یُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ لِتَشْبِیْکَ النُّجُوْمِ مُضَاهَاةَ الْیَهُوْدِ (الیٰ آخر الحدیث)(کنز العمال ج۷،حدیث نمبر ۱۹۴۳۸ بحواله طبرانی)

ترجمہ: ’’میری امت اس وقت تک (کامل) اسلام پر باقی رہے گی جب تک کہ مغرب کی نماز کو ستارے چمٹنے تک مؤخر نہ کرے یہود کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے الخ‘‘

﴿۱۳﴾......لَاتَزَالُ اُمَّتِیْ عَلَی الْفِطْرَةِ مَالَمْ یُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ اِلیٰ اِشْتِبَاکَ النُّجُوْمِ (الجامع الصغیر ج۲ ،باب حرف لا حدیث نمبر ۹۷۷۲ ،بحواله مسند احمد، مستدرک حاکم، ابنِ ماجه)

ترجمہ: ’’میری امت ہمیشہ (اس وقت تک) فطرت پر قائم رہے گی جب تک مغرب کی نماز کو ستاروں کے چمٹنے (آسمان پر ستاروں کے ہجوم اور جھمگٹا ہونے) تک مؤخر نہ کرے‘‘

﴿۱۴﴾......بَادِرُوْا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ قَبْلَ طُلُوْعِ النُّجُوْمِ (الجامع الصغیر ج۳،باب حرف الباء حدیث نمبر ۳۱۱۵،بحواله مسند احمد،دارقطنی)

ترجمہ: ’’مغرب کی نماز میں جلدی کرو ستاروں کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے‘‘

﴿۱۵﴾......کَانَ عُمَرُ یَکْتُبُ اِلَی اُمَرَاءِ الْاَنْصَارِ اَنْ لَاتَنْتَظِرُوْا بِصَلَاتِکُمْ اِشْتِبَاکَ النُّجُوْمِ (مصنف ابن ابی شیبه، ج ۱ ،کتاب الصلاۃ،من کان یری ان یعجل المغرب)

ترجمہ: ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کے امراء کو یہ فرمان جاری کیا کہ اپنی نماز

(مغرب) میں ستارے چھٹنے تک انتظار (تاخیر) نہ کریں''

﴿۱۶﴾......عَنْ عُمَرَ قَالَ: صَلُّوا الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ تَبْدُو النُّجُوْمُ (کنز العمال ج۸ حدیث نمبر ۲۱۱۸۱۶)

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مغرب (کی نماز) پڑھو ستارے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے''

﴿۱۷﴾......عَنِ الْاَسْوَدِ کَانَ عَبْدُاللّٰہِ یُصَلِّیْ الْمَغْرِبَ حِیْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَیَقُوْلُ :ھٰذَا وَالَّذِیْ لَااِلٰہَ اِلَّاھُوَ وَقْتُ ھٰذِہِ الصَّلَاۃِ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، کتاب الصلاۃ، من کان یری ان یعجل المغرب)

ترجمہ: ''حضرت اسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز سورج غروب ہوتے ہی پڑھ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہی اس نماز (مغرب) کا وقت ہے''

﴿۱۸﴾......عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاۃٌ اِلَّا الْمَغْرِبَ (الجامع الصغیر ج۳، بحوالہ بزار)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ہر دو اذانوں (یعنی اذان واقامت) کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے''

﴿۱۹﴾......اس حدیث کی شرح میں امام مناوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاۃٌ اِلَّا الْمَغْرِبَ) فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَ اَذَانِہَا وَاِقَامَتِہَا صَلَاۃٌ بَلْ یُنْدَبُ الْمُبَادَرَۃُ اِلَی الْمَغْرِبِ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِہَا فَلَوِ اسْتَمَرَّتِ الْمُوَاظَبَۃُ عَلَی الْاِشْتِغَالِ بِغَیْرِھَا کَانَ ذَالِکَ ذَرِیْعَۃٌ اِلٰی مُخَالَفَۃِ اِدْرَاکِ اَوَّلِ وَقْتِہَا وَلَمْ تَکُنِ الصَّحَابَۃُ یُصَلُّوْنَ بَیْنَہُمَا (فیض القدیر للمناوی ج۳، باب حرف الباء الموحدۃ، حدیث نمبر ۳۱۶۹)

ترجمہ: ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے، پس بلاشبہ مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نماز نہیں ہے بلکہ افضل ومستحب مغرب کو اول وقت میں جلدی ادا کرنا ہے، پس اگر مغرب کی نماز جلدی ادا کرنے کے بجائے کسی اور چیز میں مشغولی کا معمول بنایا

جائے گا تو یہ مغرب کو اول وقت میں ادا کرنے کی مخالفت کا ذریعہ ہوگا، اور صحابۂ کرام بھی مغرب کی اذان واقامت کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے''

﴿۲۰﴾......قَالَ النَّخعِیُ وَاِنَّھَا بِدْعَۃٌ وَرَوٰی عَنْ خُلَفَاءِ الْاَرْبَعَۃِ وَجَمَاعَۃٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا لَا یُصَلُّوْنَھَا (عمدۃ القاری ج۲ ص ۲۶۱)

ترجمہ:''(عظیم فقیہ تابعی) حضرت ابراہیم نخعی مغرب کے فرضوں سے پہلے نوافل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہیں، اور چاروں خلفائے راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے ان کے پڑھنے کا ثبوت نہیں''

نیز مغرب کی نماز میں تاخیر کا معمول یہود کے ساتھ کچھ نہ کچھ تشبہ سے بھی خالی نہیں، جیسا کہ حدیث نمبر۱۲ سے معلوم ہوا، اور فقہائے کرام نے بھی یہ بات ذکر فرمائی ہے:

وَیُسْتَحَبُّ تَعْجِیْلُ الْمَغْرِبِ لِاَنَّ تَاخِیْرَھَا مَکْرُوْہٌ لِمَافِیْہِ مِنْ تَشَبُّہِ الْیَھُوْدِ (ھدایہ ج ۱ ص ۵۳)

ترجمہ:''اور مغرب کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے، کیونکہ اس میں تاخیر کرنے میں یہود سے مشابہت ہوجاتی ہے''

مندرجہ بالا اور اس جیسی دیگر احادیث وروایات اور آثار نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے معمول اور فقہائے کرام کے اقوال کا تقاضا یہ ہے کہ مغرب کی نماز اور اذان کے درمیان وقفہ نہ کیا جائے تاکہ مغرب کی نماز اپنے مستحب وقت میں ادا ہو، اور یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مغرب کی اذان اور جماعت کی اقامت کے درمیان میں تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت پڑھ سکنے کی مقدار یا تین قدم چلنے کی مقدار کے برابر وقفہ کرنا افضل ہے اور دو رکعت پڑھنے کی مقدار کے برابر تاخیر کرنا جائز ہے اور ستارے چٹخنے تک تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور ستارے چٹخنے کے بعد بلا عذر مزید تاخیر سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے (حوالہ جات کے لئے ملاحظہ ہو آخر میں درج عبارات)

بہرحال عام حالات کے اعتبار سے افضل طریقہ کو ہی اختیار کرنا چاہئے اور اسی افضل طریقہ پر خیر القرون سے عمل چلا آرہا ہے، اور عام معمول بنائے بغیر جائز یا مکروہِ تنزیہی والی صورتوں کو اختیار کرنا اگرچہ گناہ نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس کو عام عادت ومعمول بنالینا شریعت کی نظر میں نہ صرف یہ کہ کوئی پسندیدہ چیز

نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ افضل طریقہ کے ثواب سے محرومی کا بھی یہ باعث ہے، اور اگر اس جائز یا مکروہِ تنزیہی پر کچھ مفاسد و منکرات بھی مرتب ہوں تو پھر یہ جائز یا مکروہِ تنزیہی کے درجہ سے نکل کر ناجائز وممنوعات میں داخل ہوجائے گا۔

لِاَنَّ الْمُبَاحَ بَلِ الْمُسْتَحَبَّ اِذَاکَانَ مُفْضِیاً اِلَی الْمَعْصِیَةِ اَوِالْمَحْظُوْرِ اَوِ الْمَفَاسِدِ فَلاَ یَبْقیٰ مُبَاحًا وَمُسْتَحَبًّا بَلْ یَکُوْنُ مَمْنُوْعًا

اب غور طلب بات یہ ہے کہ سوال میں مغرب کی نماز اور اذان کے درمیان وقفہ کا معمول بنانے اور مغرب کی نماز کو کچھ مؤخر کر کے ادا کرنے کی جو یہ وجہ ذکر کی گئی ہے کہ طرح سے جماعت میں زیادہ لوگ شریک ہوجاتے ہیں، اس کی کیا حیثیت ہے اور اس طرزِ عمل پر کیا کچھ مفاسد و منافع مرتب ہوتے ہیں؟

تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال میں ذکر کردہ وجہ معقول معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وقفہ کا مستقل معمول بنالیا جائے۔

کیونکہ اولاً تو بظاہر یہ وجہ واقعہ کے خلاف نظر آتی ہے کیونکہ عام نمازوں کی بہ نسبت مغرب کی نماز میں نمازیوں کی تعداد عام طور پر مساجد میں زیادہ دیکھنے میں آتی ہے اور اس کی اہم وجہ یہی ہے کہ مغرب کی اذان سننے پر دل میں نماز پڑھنے کی جو تحریک اور داعیہ پیدا ہوتا ہے، اس پر فوراً عمل درآمد ہوجاتا ہے اور وقفہ ہونے سے آج کل لوگوں کے مشاغل میں منہمک ہونے کی وجہ سے اس تحریک اور داعیہ میں قدرے کمزوری واقع ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ اکثر نمازی حضرات میں بھی خود مغرب کی نماز اذان کے متصل بعد پڑھنے کا جذبہ اور داعیہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ حضور ﷺ اور خیر القرون کے زمانہ میں بھی عام حالات میں سوال میں مذکورہ وقفہ کے معمول اور رواج کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ مغرب کی اذان کے متصل بعد جماعت کھڑی ہونے کا معمول ملتا ہے، جبکہ آج کے مقابلہ میں پہلے زمانوں میں مساجد کا وجود اور تعداد بہت کم تھی اور عام لوگوں کے پاس مروجہ تیز سواریوں کے ذرائع بھی نہ تھے، اس لئے پہلے زمانوں میں نمازیوں کی تعداد کے جماعت میں زیادہ شرکت و اضافہ کے لئے تاخیر اور وقفہ کی ضرورت آج کے مقابلہ میں زیادہ تھی، مگر پہلے زمانوں میں اس وقفہ کو معمول نہیں بنایا گیا۔

اور دوسرے اس وقفہ کو معمول بنالینے کی وجہ سے جماعت میں اضافہ و زیادتی کے بجائے لوگوں میں جماعت کے اہتمام میں مزید سستی پیدا ہونے اور جماعت کے ترک کرنے کا خدشہ ہے، اور وہ اس طرح

سے کہ جو نمازی حضرات اذان سے پہلے یا اذان کے ساتھ یا متصل بعد پابندی سے نماز کے لئے آتے ہیں وہ بھی اس وقفہ کی خاطر آہستہ آہستہ تاخیر سے آنا شروع کردیں گے۔

تیسرے اس وقفہ کی وجہ سے پہلے سے موجود نمازیوں کو انتظار میں زحمت اور تکلیف ہوگی۔

چوتھے اس طرزِ عمل کو اختیار کرنے سے اندیشہ ہے کہ لوگوں کے روز بروز کے حالات کو دیکھتے ہوئے آئندہ چل کر اس وقفہ میں مزید اضافہ کرنا پڑ جائے، جیسا کہ بعض جگہوں میں ایسی نوبت آچکی ہے۔ کیونکہ جب ایک مرتبہ وقفہ کا یہ سلسلہ قائم اور عام ہوجائے گا تو پھر عوامی دنیا میں اس کے لئے کسی لگے بندھے وقت کا معیار متعین کرنا مشکل ہوگا، نماز کے لئے آنے والے نمازی حضرات کے مساجد سے فاصلے بھی مختلف ہوتے ہیں، ہر ایک کو اپنے فاصلہ کی رعایت زیادہ اہم نظر آتی ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں اختلاف اور انتشار کی فضا قائم ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

پانچویں جب وقفہ کا عام رواج ہوجائے گا تو ہر مسجد میں وقفہ کی مقدار مختلف ہوگی اور پھر اس کی وجہ سے متعلقہ مسجد کے معمول کا علم نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار نمازیوں کو جماعت میں شامل ہونے میں دشواری ہوگی۔

چھٹے بعض جگہ اس وقفہ کے دوران مروجہ غیر مقلدین نفل پڑھنے کا سلسلہ شروع کردیتے ہیں اور پھر دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی اس میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور ترکِ تقلید یا غیر مقلدیت کی تائید وغیرہ جیسے کئی مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور ان نوافل میں مشغول ہونے کی وجہ سے صف بندی اور جماعت کے قیام میں خلل واقع ہوتا ہے، اور خود نفلوں میں مشغول شخص کی اپنی نماز میں بھی خلل آتا ہے اور ان دو رکعتوں کی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر بھی ہوجاتی ہے اور احادیث میں مغرب کی نماز جلدی پڑھنے کی تاکید بڑی اہمیت کے ساتھ آئی ہے، اور صحابۂ کرام وخلفائے راشدین نے بھی مغرب سے پہلے نوافل نہیں پڑھیں اور احادیث کا صحیح مفہوم صحابہ اور خصوصاً خلفائے راشدین کے عمل سے متعین ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے گذرا۔

اس لئے اس قسم کے بے شمار مفاسد کو دیکھتے ہوئے بہر حال عام حالات میں اس وقفہ کو معمول بنانے سے بچنے اور خیر القرون کے طرزِ عمل کو اختیار کرنے میں ہی ہر طرح کے فتنوں سے عافیت ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ وقفہ کو عام رواج دینا اور ہر جگہ اس کا مستقل معمول بنالینا شریعت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

البتہ اگر اتفاقاً کسی وقت (زمان) یا کسی خاص مقام (مکان) پر کسی عذر کی وجہ سے (مثلاً رمضان میں افطار وغیرہ یا کسی خاص ادارے میں علمی و دینی مشغولی کے باعث) تاخیر ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن بوقتِ ضرورت بھی صرف بقدر ضرورت وقفہ کرنے کی گنجائش ہوگی اور ساتھ ہی اس وقفہ کو غیر ضروری وقفہ اور عوام کی طرف تعدی اور دیگر مفاسد کا سدِ باب کرنے کی بھی ضرورت ہوگی (ماخذۂ امداد الفتاویٰ ج۱ ص۷۴، نظام الفتاویٰ ج۱ص۹۵،۹۶، خیر الفتاویٰ ج۲ص۲۳۲، فتاویٰ رحیمیہ ج۴ص۹۳، احسن الفتاویٰ ج۲ص۱۳۸، درس ترمذی ج۱ص۴۳۳ بتغیر کثیر)

﴿۱﴾......وفی ابی داوٗد:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا مَارَأَیۡتُ اَحَدًا یُصَلِّی عَلٰی عَھۡدِ النَّبِیِّ ﷺ (ابو داوٗد)

﴿۲﴾......وفی الطبرانی فی کتاب مسند الشامیین:

عَنۡ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سَأَلۡنَا نِسَاءَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ ھَلۡ رَأَیۡتُنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّی الرَّکۡعَتَیۡنِ قَبۡلَ الۡمَغۡرِبِ قُلۡنَ لَا غَیۡرَ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتۡ صَلَّاھُمَا عِنۡدِیۡ مَرَّۃً فَسَاَلۡتُہٗ مَاھٰذِہِ الصَّلَاۃُ فَقَالَ نَسِیۡتُ الرَّکۡعَتَیۡنِ قَبۡلَ الۡعَصۡرِ فَصَلَّیۡتُھُمَا الۡاٰنَ (رواہ الطبرانی فی کتاب مسند الشامیین، بحوالہ نصب الرایۃ ج۲ ص ۱۴۱)

﴿۳﴾......وفی البدائع..........................(ج ۱ ص۲۹۷)

(ومنها) ما بعد الغروب يكره فيه النفل وغيره لان فيه تاخير المغرب وانه مكروه

﴿۴﴾......وفی تبیین الحقائق.....................(ج ۱ ص۸۷)

قال رحمه الله (وقبل المغرب) اى منع من التنفل بعد غروب الشمس قبل ان يصلى المغرب لما فيه من تاخير المغرب وقال الشافعي يصلى ركعتين قبل المغرب وهى سنة عنده لما روى ان الصحابة كانوا يصلونها والنبى عليه الصلوة والسلام يراهم فلم ينههم عنها قلنا كان ذلك فى ابتداء الحال ليعرف ان وقت الكراهية قد خرج بالغروب ولهذا لم يفعله احد بعدهم قاله ابوبكر بن العربى، وقال النخعى هى بدعة واذا اتفق الناس على ترك العمل بالحديث المرفوع لا يجوز العمل به لانه دليل ضعفه على ما عرف فى موضعه فما ظنك بفعل الصحابه الخ

﴿۵﴾......وفی الهندية..............................(ج ا ص ۵۷)

واما اذاكان فی المغرب فالمستحب ان يفصل بينهما بسكتة يسكت قائما مقدار مايتمكن من قراء ة ثلاثة آيات قصار هكذافی النهاية فقد اتفقوا علی الفصل لابد منه ايضا كذافی العتابية واختلفوا فی مقدار الفصل فعند ابی حنيفة المستحب ان يفعل بينهما بسكتة يسكت قائما ساعة ثم ومقدار السكتة عند قدرما يتمكن فيه من قرائة ثلاث آيات قصار اوآية طويلة.

﴿۶﴾......وفی الشامية..............................(ج ا ص ۳۶۹)

(قوله يكره تنزيها)افاد ان المراد بالتعجيل ان لا يفصل بين الاذان والاقامة بغير جلسة او سكتة علی الخلاف.وان ما فی القنيةمن استثناء التاخير القليل محمول علی ما دون الركعتين ،وان الزائد علی القليل الی اشتباک النجوم مكروه تنزيها وما بعده تحريما الا بعذر كما مر الخ

﴿۷﴾......وفی المبسوط..............................(ج ا ص ۲۹۲)

وبه نقول انه يكره تاخير المغرب بعد غروب الشمس الا بقدر ما يستبرئ فيه الغروب رواه الحسن عن ابی حنيفة رحمهما اللهآلخ ....(فان قيل)لم يذكر فی هذاالكتاب وقتا آخر وهوبعد غروب الشمس قبل صلوة المغرب والتطوع فيه مكروه ايضا (قلنا)نعم ولكن هذا النهی ليس لمعنی فی الوقت بل لما فيه من تاخير المغرب كا لنهی عن الصلوة عند الخطبة ليس لمعنی لما فيه من الاشتغال عن سماع الخطبة فلهذا لم يذكر ههناالخ(ج ا ص ۳۰۵)

﴿۸﴾......وفيه ايضا..............................(ج ا ص ۱۰۹)

(قال):واذا ارادوا ان يصلوا علی جنازة بعد غروب الشمس بدؤا بالمغرب) لانها اقوی فانها فرض عين علی كل واحد والصلوة علی الجنازة فرض علی الكفاية والبداء ة بالاقوی اولی لان تاخير صلوة المغرب مكروه وتاخير الصلوة علی الجنازة غير مكروه الخ (وكذا فی البدائع فصل فی بيان ما يكره فی صلوة الجنازة)

Iqra Ghufran

﴿۹﴾......وفی تبیین الحقائق..................(ج ا ص ۸۴)

(قوله ندب تعجيل المغرب الى آخره)وهو بان لا يفصل بين الاذان والاقامة الا بجلسة خفيفة او سكتة على الخلاف الذى سياتى،وتاخيرها لصلوة ركعتين مكروه وهى خلافية وسنذكرها فى النوافل قال فى القنية الا ان يكون قليلاالخ

﴿۱۰﴾......وفيه ايضا..............................(ج ا ص ۹۲)

وفى المغرب لايجلس عند ابى حنيفة وعندهما يجلس جلسة خفيفة لان الوصل مكروه ولايحصل الفصل بالسكتة لوجودها بين كلمات الاذان فيجلس كما بين الخطبتين وكما فى سائر الصلوت ولابى حنيفة ان التاخير مكروه فيكتفى بادنى الفعل احترازا عنه بخلاف الخطبة لان المكان فيها متحد وكذا النغمة فيها متحدة وفى مسئلتنا كلاهما مختلف وهذا لان السنة ان يكون الاذان فى المنارة والاقامة فى المسجد وان يترسل فى الاذان ويحدر فى الاقامة ومقدار السكتة عنده قدر ما يتمكن من قرأة ثلاث آيات قصار او آية طويلة وروى عنه قدر ما يخطو ثلاث خطوات وعندهما يجلس مقدار الجلسة بين الخطبتين وذكر الحلوانى ان الاختلاف فى الافضلية الخ

﴿۱۱﴾......وفى العنايةشرح الهداية......(باب الاذان)

قال(ويجلس بين الاذان والاقامه الا فى المغرب)لا خلاف ان الوصل بالاذان والاقامة مكروه لان المقصود بالاذان اعلام الناس بدخول الوقت ليتأهبوا للصلوة بالطهارة فيحضرو المسجد لاقامة الصلوة وبالوصل ينتفى هٰذاالمقصود فان كانت الصلوة مما يتطوع قبلها كان اوكانت مستحبا يفصل بينهما بالصلوة لقولهﷺ (بين كل اذانين صلوة قاله ثلاثا وقال فى الثالثة لمن شاء)فان لم يصل يفصل بينهما بجلسة خفيفة لحصول المقصود به واما ذا كان فى المغرب فقد اتفقوا على ان الفصل لابد منه فيه ايضا لكنهم اختلفوا فى مقداره فعند ابى حنيفة يستحب ان يفصل بينهما بسكتة قائما مقدار ما يتمكن فيه من قرأة ثلاث آيات

قصار او آية طويلة وفى رواية عنه مقدار ما يخطوا ثلاث خطوات ثم يقيم وعندهما يفصل بينهما بجلسة خفيفة مقدار الجلسة بين الخطبتين الخ

﴿۱۲﴾......وفى الدرر الحكام............(ج ا ص ۵٦)

(قوله ويجلس بينهما)...........والفصل فى صلوة المغرب بسكتة عند ابى حنيفة بقدر ما يقرأ ثلاث آيات قصار فى رواية او يخطو ا ثلاث خطوات وفى اخرى قالا يستحب الفصل بجلسة خفيفة قدر الجلسة فى الخطبة (قوله الا فى المغرب..........الخ)جعل علة استثناء التثويب فى المغرب حضور الجماعة فيه وقد عممه فى الهداية وغيرها فى جميع الاوقات والظاهر عدم المخالفة لما ذكره المصنف (قوله فيكتفى بادنى الفصل)احترازا عنه ظاهره ان الزيادة على ادناه مكروهة ،وفى الهداية مايشير الى ان تاخير المغرب قدر اداء ركعتين مكروه الخ(وكذا فى البحرائق،جلوس المؤذن بين الاذان والخطبة)

﴿۱۳﴾......وفى مجمع الانهرشرح ملتقى الابحر ....(كتاب الصلوٰة باب الاذان)

(ويجلس بينهما)اى بين الاذان والاقامة بالاجماع لان وصل الاذان بالاقامة مكروه (الافى المغرب فيفصل بسكتة)عندالامام فلايسن الجلوس بل السكوت مقدار ثلاث آيات اومقدار ثلاث خطوات (وقال) يفصل (بجلسة خفيفة) قدرجلوس الخطيب بين الخطبتين .

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔طارق محمود،۲۵/ربیع الاول/۱۴۲۸ھ

دارالافتاءوالاصلاح،ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

الجواب صحیح: محمد رضوان۔۲۷/ربیع الال/۱۴۲۸ھ

دینی واسلامی کتابوں کا مرکز

کتب خانہ ادارہ غفران ،چاہ سلطان راولپنڈی فون5507270

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

مدیرادارہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زیدمجدہم بروز جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں ایک عرصہ سے اجتماعی انداز میں لوگوں کے سوالات کے جوابات زبانی طور پر بیان فرماتے ہیں، اوراس کے ذیل میں کئی مفید علمی واصلاحی باتیں بھی بیان فرماتے ہیں، اس نشست کے سوالوں اور جوابوں کے مذاکرہ کو ریکارڈ کرلیا جاتا ہے اب افادۂ عام کے لئے ٹیپ کی مدد سے ان کو نقل کر کے ماہنامہ التبلیغ میں سلسلہ وار شائع کیا جارہا ہے، ملحوظ رہے کہ درج ذیل مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

(محرم ۱۴۲۵ھ، بروز جمعہ کے سوالات کے جوابات)

پینٹ (رنگ) وغیرہ کا کام کرنے والوں کے لئے وضو غسل کا حکم

سوال: ...... میں مشینری کا کام کرتا ہوں جس میں تیل گریس اور دوسرے کیمیکل استعمال ہوتے ہیں جو کہ واٹر پروف ہوتے ہیں جن پر پانی اثر نہیں کرتا اور نہ ہی آسانی سے اترتے ہے احتیاط اور اچھی طرح سرف، صابن سے دھونے کے باوجود نماز کے وقت ہاتھوں کے کچھ کچھ حصے پر لگے رہتے ہیں تو کیا اس صورت میں میرا وضو ہوجاتا ہے؟

جواب: ...... گریس یا اور کوئی کیمیکل ایسا ہو جو دلدار ہو یعنی اس کا جسم ہو اور وہ جسم پر لگنے کے بعد خشک ہوجائے اور جلد تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ بن رہا ہو تو ایسی رکاوٹ کو ممکنہ حد تک دور کرنا ضروری ہے، جیسے آٹا لگ کر خشک ہوگیا یا پینٹ لگ گیا اور خشک ہوگیا یا اسی طریقہ سے اور کوئی چیز لگ گئی اور وہ خشک ہوگئی جیسے نیل پالش یا ناخن پالش جو عورتیں لگاتی ہیں جب وہ چیز خشک ہوگئی اور ظاہر ہے کہ وہ رکاوٹ بنے گی جسم تک پانی پہنچنے میں اس طرح سے وضو بھی نہیں ہوگا اور غسل بھی نہیں ہوگا، اس لئے ضروری ہوگا کہ

اس پینٹ یا نیل پالش وغیرہ کو دور کیا جائے اور آٹا جو خشک ہوگیا ہے اسے ہٹایا جائے تب جا کر وضو یا غسل ہوگا (بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۷)

البتہ اگر انسان اپنی طرف سے ممکنہ کوشش کرلے لیکن اس کے باوجود ایسی چیز جسم سے دور نہ ہو تو معاف ہے، کیونکہ بعض اوقات پینٹ یا کوئی لیکوڈ کھال کے بیچ میں جو تھوڑی تھوڑی سی لکیریں ہوتی ہیں یا جسم کے مسام ہوتے ہیں جن میں سے پسینہ برآمد ہوتا ہے ان کے اندر اچھی طرح سے پیوست ہوکر خشک ہوجاتی ہے، اب اس کو صاف کرنے سے بھی اوپر اوپر سے صاف ہوتی ہے اندر سے صاف نہیں ہو پاتی ،تو جتنا انسان کے اختیار میں ہے اتنا انسان اپنا اختیار استعمال کرلے اور پھر اس کے بعد جو غیر اختیاری درجے کی چیز لگی ہوئی رہ جائے تو وہ معاف ہے (امدادالاحکام ج ا ص ۳۴۵)

لیکن اپنی طرف سے اختیاری تدابیر کو استعمال کرنا پڑے گا یہ نہیں کہ پینٹ یا روغن لگا ہوا ہے اور اسی طرح سے اوپر اوپر سے دھولیا پانی سے جو چیز اتری وہ اتری اور جو نہیں اتری وہ نہیں اتری اور بس یہ درست نہیں اس لئے کہ ہر چیز کے دور کرنے کا طریقہ الگ الگ ہوا کرتا ہے ،اگر پینٹ خشک ہوگیا تو اس کے دور کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ پانی کے سامنے جا کر دھولیں بس دور ہوا تو ٹھیک ہے نہیں ہوا تو نہیں بلکہ اگر کوئی رنگ ساز ہو رنگ کرتا ہو یا کوئی گریس کا کام کرتا ہو یا کوئی مکینک ہو اور اس کے کپڑے اور جسم پر میل کچیل لگ جائے اور اسے کسی شادی بیاہ کی تقریب میں جانا پڑ جائے تو ظاہر ہے کہ وہ صرف پانی سے ہاتھ دھو کر نہیں جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا دربار اس سے زیادہ کمزور نہیں ہے جتنا کمزور لوگوں نے سمجھا ہوا ہے کہ بیاہ شادی میں جائیں گے تو بالکل صاف ستھرے ہو کر جائیں گے تو ظاہر ہے کہ اس میں بھی کچھ نہ کچھ وقت تو لگے گا ہی، ہاتھ صاف کرنے میں کوئی کیمیکل، تھنر یا کوئی اور چیز اسپرٹ وغیرہ لگا کر دور کیا جائے گا اور نماز کے لئے بس پانی کو کافی سمجھا جاتا ہے، تو یہ کافی نہیں ہے۔جس طرح سے جب وہاں تقریب میں جارہے ہوں یا جب کام ختم کرتے ہیں اس کے بعد مٹی کا تیل تھنر یا اسپرٹ وغیرہ استعمال کرکے آدمی اس کام سے الگ ہوتا ہے تو اسی طریقے سے کوشش کرنی پڑے گی کیونکہ جتنی ضرورت انسان کو دنیا کے کاموں کے لئے پاک صاف ہونے کے لئے ہے اس سے زیادہ ضرورت دین کے اور نماز کے لئے پاکی اور صفائی کی ہے اس سے زیادہ ضرورت اللہ کے لئے ہے کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے، اگر کوئی دعوت وغیرہ میں میلا کچیلا بھی چلا گیا تو یہ زیادہ سے زیادہ آداب کی خلاف ورزی ہوگی ،یعنی یا سنت رہ جائے گی یا مستحب رہ جائے گا

لیکن وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

حکایت

ایک بادشاہ کہیں چلا جا رہا تھا اس پر شیر نے حملہ کیا اور ایک مزدور وہاں پر موجود تھا اس کے ہاتھ میں لکڑی وغیرہ تھی اس نے شیر کے منہ میں لکڑی ماری اور شیر زخمی ہوگیا تو اس طرح سے اس کو قابو کرلیا گیا اور بادشاہ کی جان بچ گئی کیونکہ وہ شکار پر جا رہا تھا بادشاہ بڑا خوش ہوا اس نے مزدور سے کہا کہ ہماری فلاں فلاں مخصوص تقریبات ہوتی ہیں آپ بھی آنا ان میں آپ کا بھی ہم بڑا اعزاز واکرام کریں گے وہ مزدور آدمی تھا وہ بھی پہنچ گیا بادشاہ نے جب دیکھا کہ یہ تو میلے کچیلے لباس میں ہے اور شاہی لباس میں نہیں ہے تو اسے اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی، حالانکہ اس نے یہ بھی کہا کہ میں فلاں فلاں آدمی ہوں جس نے فلاں موقع پر آپ کی جان بچائی تھی، تو آپ نے یہ کہا تھا کہ آپ نے بڑا احسان کیا میری جان بچائی، آپ ہمارے پاس تشریف لانا بڑا انعام اکرام دیا جائے گا لیکن اس نے کہا کہ نہیں آپ آدابِ شاہی کے مطابق نہیں آئے ہیں۔ اس کے بعد پھر کوئی تقریب ہوئی پھر یہ آیا تو اچھے کپڑے پہن کر آیا جب لوگوں نے کھانا کھانا شروع کیا تو اس نے منہ میں ڈالنے کی بجائے اس نے ایک لقمہ لیا اور اپنی جیب میں ڈال دیا دوسرا لقمہ لیا تو اپنی آستین میں ڈال دیا تیسرا لقمہ لیا تو اپنے پلے میں ڈال دیا، بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا، وزیروں نے بھی کہا کہ یہ کیا بدتمیزی کر رہے ہو آپ، آداب شاہی کا آپ کو پتہ نہیں تو اس نے کہا کہ میں اس چیز کو جس کی دعوت کی تھی میں اسے کھانا کھلا رہا ہوں، پہلی مرتبہ میں خود آیا تھا لیکن میرے ساتھ اچھا لباس نہیں آیا تھا اس لئے آپ نے مجھے کھانے سے محروم رکھا، اس دفعہ آ گیا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ کھلانا تو لباس کو چاہتے ہیں اس لیے میں لباس کو کھلا رہا ہوں۔

یہ مثال دینے کے بعد فرمایا:

تو دیکھئے دنیا کے بادشاہ کے دربار کے جو آداب سمجھے جاتے ہیں، اگر ان آداب کو کوئی بجانہ لائے خواہ وہ بادشاہ یا وزیر کا کتنا بڑا قریبی ہو تو اسے اندر نہیں بلایا جاتا، تو اللہ تعالیٰ کا دربار تمام درباروں سے بڑا دربار ہے یہ مسجد تو اللہ کا گھر ہے اس کے اندر اسی طرح سے چلے آنا اور اہتمام نہ کرنا یہ اللہ کے احکام کی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے۔ اگر اس کی اہمیت ہوتی تو کم از کم اتنا تو صفائی کا اہتمام کرلیتا کہ جتنا کسی شادی کی تقریب میں، جنازے میں، بیاہ میں، منگنی میں، فنکشن میں، یا کسی ہوٹلنگ میں جاتے وقت انسان کو اہتمام

ہوتا ہے، اتنا اہتمام تو کم از کم ہوتا بہر حال اس کی صفائی ضروری ہوئی۔

البتہ جو چیز انسان کے اختیار سے باہر ہے مثلاً رگڑائی کر لی اور تھنر وغیرہ استعمال کر لیا مگر کچھ ذرات ناخنوں کی جڑوں میں رہ گئے اور اپنی ممکنہ کوشش کر لینے کے باوجود کسی طرح بھی صاف نہیں ہو رہے، تو اب وہ معاف ہے اس کو شریعت معاف قرار دیتی ہے کیونکہ وہ آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ ساتھ دور ہوتی ہے شریعت انسان پر اس کے اختیار سے بڑا حکم جو اس کے قابو میں نہیں ہے لاگو نہیں کرتی، لیکن جتنا قابو میں ہے اس سے چھوڑتی بھی نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شریعت بڑی آسان ہے، شریعت تو یقیناً آسان ہے لیکن اگر کوئی آسان چیز کو ہی مشکل سمجھے تو شریعت تو اپنی جگہ آسان ہے لیکن اس نے مشکل بنالی ہے، مثال کے طور پر نماز پڑھنا آسان ہے، لیکن اگر کوئی کہے کہ شریعت اتنی مشکل نہیں ہے کہ ہر حال میں ہی نماز فرض ہو اور نماز پڑھنی پڑھے، تو یہ نماز تو آسان ہے لیکن انسان نے اسے خود مشکل سمجھ لیا، اس لئے مشکل کی نسبت جو شریعت کی طرف کی جاتی ہے یہ غلط ہے، ورنہ تو ایک انسان یہ بھی ہے کہ اس کو لقمہ منہ میں رکھنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے، اگر کاہل وست آدمی ہو تو اس کو تو لقمہ بھی منہ میں رکھنا مشکل معلوم ہوتا ہے تو وہ کہے کہ کھانا بڑا مشکل کام ہے تو ظاہر ہے کہ کھانے کی طرف مشکل کی نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ یہ تو اپنی کہالت (سستی) کی وجہ سے ایک چیز مشکل معلوم ہو رہی ہے۔

(۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بروز جمعہ)

جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر یا اُٹھا کر ذاتی استعمال میں لانے کا حکم

سوال: ...... ہمارے علاقے میں گیس نہیں ہے (یہ شاید کسی ایسے علاقے میں رہتے ہوں گے جہاں ابھی تک گیس کی سہولت نہیں ہوگی) اس لیے ہم لوگ لکڑی کا استعمال کرتے ہیں ہمارے علاقے کی طرف جنگل کی طرح کا علاقہ ہے جو کہ سی ڈی اے (C.D.A) کے کنٹرول میں ہے مگر اس کے لیے جنگل میں سے ہم لوگ درخت نہیں کاٹتے، بلکہ زمین میں پڑی ہوئی لکڑی اپنے استعمال میں لاتے ہیں پوچھنا یہ ہے کہ یہ جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: ...... اصل بات یہ ہے کہ حکومتِ وقت کو کوئی ایسا قانون بنانا جس میں عوام کی مصلحت یا فائدہ ہو جائز ہے (ملاحظہ ہو: عدالتی فیصلے جلد۲ صفحہ ۳۸ تا ۴۲)

اور ایسا قانون بن جانے کے بعد، عوام کو اس قانون پر چلنا واجب ہے (عدالتی فیصلے جلد۲ صفحہ ۴۱، بحوالہ شامی)

یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہئے۔کہ مثلا پہلے درختوں کو کاٹنے اور لے جانے کا ہر ایک کو حق تھا لیکن جب یہ قانون بنا دیا جائے کہ غلط طریقہ سے جو قوم کا ورثہ ضائع ہو رہا ہے اسے محفوظ رکھا جائے اور آلودگی وغیرہ سے حفاظت کی جائے یہ ایک اجتماعی فائدہ ہے اس غرض سے اگر یہ قانون بنا دیا جائے کہ یہاں سے لکڑی کاٹ کر اور اٹھا کر نہیں لے جاسکتے ،تو یہ قانون اگر عوام کی مصلحت والا ہو تو اس کی اتباع واجب ہوگی اور اس کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہوگا،چاہے وہ قانون لکڑی کاٹنے کا ہو چاہے لکڑی اٹھانے کا ہو،البتہ اگر قانون میں علاقے والوں پر زیادتی کی گئی ہو اس طرح کہ مثلاً کچھ غریب ہیں اوران کے پاس پیسہ بھی نہیں ہے کہ وہ پیسے سے لکڑی خرید سکیں اور نہ ان کے پاس اپنی لکڑی کا انتظام ہے اور نہ کوئی ان کو دیتا ہے اورحکومت نے ایسے لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے لکڑی حاصل کرنے کی اجازت ،ان کے لکڑی اٹھانے یاان تک لکڑی پہنچانے کا کوئی انتظام بھی نہیں کیا تو پھر یہ قانون تو عوام کی مصلحت کی بجائے عوام کی مصلحت کے خلاف ہوگیا تو اس وجہ سے ضرورت (مجبوری) کے تحت میں بقدرِ ضرورت اپنے جلانے وغیرہ کے لئے استعمال کرسکتا ہے (عدالتی فیصلے جلد۲ صفحہ۴۱ بحوالہ الاشباہ والنظائر تحت القاعدۃ الخامسۃ)

بشرطیکہ کوئی متبادل موجود نہ ہو،لیکن اگر متبادل موجود ہو تو پھر اس کے لئے جائز نہیں کیونکہ یہ مباح چیز تھی جب اس کا قانون بن گیا تو اس قانون کی اتباع کرنی پڑے گی۔

اب یہ جو سوال کیا گیا کہ پڑی ہوئی لکڑی اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو سوال میں یہ وضاحت نہیں کہ کیا پڑی ہوئی لکڑی کے لئے بھی یہی قانون ہے؟ یا یہ قانون ہے کہ درخت والی لکڑی کو نہیں کاٹ سکتے اور جو نیچے پڑی ہوئی ہے اسے لے جاسکتے ہیں؟

اگر ان (پڑی ہوئی لکڑیوں) کا قانون یہی ہے کہ ان کو اٹھایا جاسکتا ہے تو پھر اس (پڑی ہوئی لکڑی) کو لے جانا اس کو استعمال میں لانا بلا شک وشبہ جائز ہے۔

لیکن اگر قانون یہ ہے کہ نہ نیچے پڑی ہوئی لکڑی اٹھا سکتے ہیں اور نہ ہی درخت وغیرہ سے کاٹ کر لے جا سکتے ہیں تو پھر قانون کے مطابق دونوں باتوں کی اتباع ضروری ہوگی ،مگر جہاں کوئی انسان مجبور ہو جائے اور ضرورت مند ہو تو ضرورت کی حد تک اجازت ہوگی کیونکہ جتنا انسان مجبور ہوتا ہے اتنی مجبوری کی حد تک شریعت اسے گنجائش دیتی ہے۔

اضطراری حالت میں حرام کھانے کا حکم

مثلاً یہ کہ انسان ایسا مجبور ولا چار ہوگیا کہ اگر کچھ نہ کھائے تو جان جاتی رہے گی، اور کوئی حلال چیز میسر نہیں ہے جسے کھا کر جان بچا سکے البتہ حرام لقمہ موجود ہے تو جان بچانے کے لئے جتنے لقمے سے کام چل جائے حرام کے اتنے لقمے کھانے کی اجازت ہوگی۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا '' فَمَنِ اضْطُرَّ '' جو مضطر (مجبور) ہوجائے، یہاں پر اللہ تعالیٰ نے پہلے حرام چیزوں (مردار، خون، خنزیر وغیرہ) کو بیان فرمایا، پھر فرمایا '' مَنِ اضْطُرَّ '' جو بہت مجبور ہوجائے انتہائی اضطراری حالت میں پہنچ جائے اور جان جانے کی نوبت آجائے، تو دو شرطوں (غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ) کے ساتھ وہ استعمال کرسکتا ہے۔ ایک شرط غَيْرَ بَاغٍ ہے یعنی مزے لینے والا نہ ہو یعنی یہ نہ ہو کہ اتنے دنوں سے سوچ رہے تھے کہ خنزیر کا کیا ذائقہ ہوتا ہے؟ لیکن یہ پابندیاں لگی ہوئی تھیں آج چسکا لے لو اس کا اور دوسری شرط '' وَلاَ عَادٍ '' ہے یعنی حد سے آگے بڑھنے والا نہ ہو جتنے سے کام چل رہا ہے جان بچانے کے لئے بس اتنا استعمال کرے۔

غرضیکہ جو چیز مجبوری میں کھا رہا ہے یا استعمال کر رہا ہے اسے چسکے کا ذریعہ نہ بنائے ذائقہ اور لذت کا ذریعہ نہ بنائے تو دو قیدوں کے ساتھ استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے کہ نہ لذت مقصود ہو اور نہ ضرورت سے تجاوز ہو پھر فرمایا '' فَلاَ اِثْمَ عَلَيْهِ . اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ الرَّحِيْم '' (یعنی اگر کوئی شخص اضطراری حالت میں جان بچانے کے لیے کوئی حرام چیز کھالے تو) اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کا مطلب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل سن کر نمرود حیران و پریشان کیوں ہوا اور وہ لاجواب کیوں ہوگیا، ان کی دلیل کا حاصل یہ تھا کہ میں تو ایک ایسی ذات کو اللہ مانتا ہوں جس کے متعلق میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ ساری کائنات اور اس کا سارا نظام اسی کا بنایا ہوا ہے، اور اسی ذات نے اس پورے نظام کو اپنی حکمت کے قانون سے ایسا مسخر کر دیا ہے کہ اس پورے نظام کی کوئی چیز اپنے وقتِ مقررہ سے پہلے نہ اپنی جگہ سے ہٹ سکتی ہے اور نہ ادھر ادھر ہوسکتی ہے، اے نمرود! تم اس پورے نظام میں سے صرف ایک سورج ہی کو دیکھ لو کہ دنیا والے اس سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے اس کے طلوع وغروب کا بھی ایک نظام مقرر کر دیا ہے، پس اگر سورج لاکھ مرتبہ بھی چاہے کہ وہ اس نظام سے باہر ہوجائے وہ اس پر قادر نہیں اور نہ وہ کبھی قادر ہوسکتا ہے، کیونکہ سورج کا سارا کنٹرول اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

لہٰذا اب جواب میں نمرود کے لئے تین ہی صورتیں تھی پہلی صورت تو یہ تھی کہ وہ یہ کہے کہ مجھے سورج پر پوری قدرت حاصل ہے، اور میں نے ہی یہ سارا نظام بنایا ہے، مگر اس نے یہ جواب اس لئے نہیں دیا کیونکہ وہ اس کا قائل نہیں تھا کہ یہ ساری کائنات اس نے بنائی ہے اور سورج کی حرکت اس کے قبضۂ قدرت میں ہے بلکہ وہ تو خود کو صرف اپنی رعایا کا رب اور دیوتا کہلاتا تھا اور بس۔

دوسری صورت یہ تھی کہ وہ کہتا ''میں اس سارے عالم کو کسی کی مخلوق نہیں مانتا اور سورج تو خود ایک دیوتا ہے اس کے اختیارات میں خود بہت کچھ ہے'' مگر اس نے یہ بھی اس لئے نہیں کہا کہ اگر وہ ایسا کہتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہتے کہ اگر یہ رب ہے تو عابدوں اور پجاریوں سے زیادہ اس معبود اور دیوتا میں تغیرات اور فنا کے اثرات کیوں موجود ہیں، رب کو فنا اور تغیرات سے کیا تعلق ہے؟ اور کیا اس کی قدرت میں یہ ہے کہ وہ اگر چاہے تو وقتِ مقررہ سے پہلے یا بعد میں طلوع یا غروب ہوجائے۔

تیسری صورت یہ تھی کہ نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چیلنج کو قبول کر لیتا اور سورج مغرب سے نکال کر

دکھا دیتا،مگر نمرود ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی جواب پر قادر نہ تھا اس لئے حیران وپریشان ہوکر لاجواب ہوکے رہ گیا۔

قرآن مجید اس واقعہ کو مختصر لیکن بہت اچھے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْقَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ. قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ. وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ(سورہ بقرہ آیت ۲۵۸)

ترجمہ: ’’کیا تو نے دیکھا اس شخص کا واقعہ جس کو اللہ نے بادشاہت بخشی تھی اس نے کس طرح ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارہ میں مناظرہ کیا،جب کہا ابراہیم نے میرا پروردگار تو زندگی بخشتا ہے اور موت بھی دیتا ہے،بادشاہ نے کہا میں بھی زندگی بخشتا ہوں اور موت دیتا ہوں،ابراہیم نے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے پس تو اس کو مغرب سے نکال کر دکھلا،پس وہ کافر (بادشاہ) مبہوت اور لاجواب ہوکر رہ گیا اور اللہ ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتے‘‘ [۱]

غرضیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے والد آزر کو اسلام کی تبلیغ کی اور حق کا پیغام سنایا اور سیدھا راستہ دکھایا،اس کے بعد قوم کے سامنے اس دعوت کو عام کیا اور حق بات کو تسلیم کرنے کے لئے

---

[۱] عیسائی پادریوں اور ان کی اندھی تقلید میں آریہ سماجیوں (ہندوؤں کا ایک جدید فرقہ) نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس ذکر کردہ مناظرہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمرود یہ کہہ بیٹھتا کہ ابراہیم تو ہی اپنے خدا سے سورج کو مغرب سے طلوع کرادے تو ابراہیم کے پاس اس کا کیا جواب تھا؟ لیکن یہ اعتراض بہت ہی فضول اور سطحی قسم کا ہے،اس لئے کہ اوپر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناظرہ کی تشریح بیان کی گئی ہے اور جو حقیقتِ واقعہ ہے اس کے بعد یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا،کیونکہ نمرود جانتا تھا کہ وہ ایسا اس لئے نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ پہلے خود اپنی عاجزی اور کمزور ہونے کا اقرار کرتا کہ میں سورج کو مغرب سے نہیں نکال سکتا تمہارا رب ہی نکال دے،اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی تسلیم کرتا کہ سورج ہمارا دیوتا نہیں ہے اور او رنہ اس میں یہ قدرت ہے کہ وہ ہماری اس استدعا کو ابراہیم کے مقابلہ میں قبول کرے،اس لئے اس نے خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی،اور اگر وہ ایسا سوال کر ہی بیٹھتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ یقین تھا کہ ایسے چیلنج کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبر کو کمزور اور مغلوب نہیں کریں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر اللہ تعالیٰ بلاشبہ سورج کو مغرب سے طلوع کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صداقت کو واضح کردے گا،البتہ یہ مسئلہ مادی ذہن رکھنے والوں کے لیے ضرور تعجب خیز ہوسکتا ہے لیکن جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہو کہ کائنات کا یہ سارا نظام اگرچہ خاص قوانین کے شکنجہ میں جکڑا ہوا ہے لیکن اس کا یہ شکنجہ اشیاء کے ذاتی خواص کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کائنات کے نظام کو اس خاص قوانین کے شکنجہ میں کسنے والی ہستی کوئی اور ہے جو سب سے بالاتر ہے اور تمام اشیاء کی تاثیر اور اس کے خواص اسی کے قدرت میں ہیں لہٰذا وہ چاہے تو ان کے خواص وتاثیرات کو بدل بھی سکتا ہے اور ختم بھی کرسکتا ہے تو اس ذات کے لئے سورج کو اپنی عادت کے برخلاف مشرق کے بجائے مغرب سے نکالنا کیا مشکل کام ہے۔’’ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر‘‘

ان کو ہر طرح کے دلائل سے قائل کرانا چاہا، اور نرمی، میٹھے کلام، مضبوط ومحکم اور روشن دلائل کے ساتھ ان کے اوپر حق کو واضح کیا اور سب سے آخر میں نمرود بادشاہ کے ساتھ مناظرہ کیا، اور اس کے سامنے یہ بات اچھی طرح واضح کردی کہ رب اور الٰہ ایک خدائے واحد ہی ہیں، اور بڑے سے بڑے بادشاہ اور شہنشاہ کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس کی ہمسری کا دعویٰ کرے، کیونکہ اس ذات کے علاوہ ہر چیز اس کی مخلوق ہے، مگر اس کے باوجود بھی کہ بادشاہ، آزر اور قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل سے لاجواب تھے اور دل سے قائل بھی تھے، بلکہ بتوں کے توڑنے کے واقعہ میں دل سے اقرار بھی کرنا پڑا کہ ابراہیم جو کچھ کہتا ہے وہی حق ہے، تاہم ان میں سے کسی نے سیدھے راستے کو اختیار نہیں کیا اور حق کو قبول نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس اپنی ندامت اور ذلت کو دیکھ کر بہت زیادہ غصہ میں آگئے اور بادشاہ اور رعایا سب نے یہ فیصلہ کرلیا کہ دیوتاؤں کی توہین اور باپ دادا کے دین کی مخالفت میں ابراہیم کو دہکتی آگ میں جلادینا چاہئے کیونکہ ایسے سخت مجرم کی یہی سزا ہوسکتی ہے اور دیوتاؤں کی تحقیر کا انتقام اسی طرح ہی لیا جاسکتا ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی رحمہ اللہ

برگِ سبز　صفحات 97

رشحاتِ قلم: مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی فاضلِ دیوبند۔ پیشِ لفظ: مولانا عبدالقیوم حقانی

حضرت سرگودھی کی سوانحی جھلکیاں، احترامِ اساتذہ، طلبہ وسالکین کی تربیت، فقہ واحکام اور تصوف وسلوک کے نکات، اخلاص وللّٰہیت کی نادر مثالیں ''ایک اللہ والے کی کہانی اللہ والے کی زبانی''

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

طب وصحت

حکیم محمد فیضان صاحب

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

کھیرا(CUCUMBER)

کھیرا موسم گرما میں ملنے والا ایک عام پھل ہے۔پوری دنیا میں اس کو ککڑی کی طرح تراش کر اور کھانے کے ساتھ بطور سلاد، نمک اور لیموں چھڑک کر بہت شوق سے کھایا جاتا، اور پسند کیا جاتا ہے۔

کھیرا ایک بیل دار پودے پر لگتا ہے، عام طور پر ایک بالشت کی لمبائی ہوتی ہے۔ہندوستان اور پاکستان کے گرم علاقوں میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔کھیرے کی کئی اقسام ہیں جو کہ لمبائی اور رنگ کے اعتبار سے مختلف ہیں۔اطباء نے بالم نام کے کھیرے کا ذکر کیا ہے۔راجپوتانہ اور مالوہ میں کھیرے ایک فٹ لمبے اندر سے نیلے یا زرد رنگ جب کہ سہارنپور میں کھیرے کی لمبائی صرف ایک انگلی کے برابر بھی ہوتی ہے۔اور اسی طرح کھیرے کے اوپر کی جلد میں بھی فرق پایا جاتا ہے،کسی قسم کا چھلکا چکنا اور دھاری دار، یا اوپر سے کھردرا اور دانے دار سا ہوتا ہے۔ہمارے یہاں کے قدیم اطباء کھیرے اور ککڑی کو خیارین کہتے ہیں۔

عربی زبان میں قثاء۔اور فارسی میں خیار بادرنگ۔سندھی زبان میں بادرنگ۔بنگالی میں سنسا۔گجراتی میں تانسل۔سنسکرت میں ترپس۔انگریزی زبان میں کوکمبر کہتے ہیں۔

ذائقہ: پھیکا قدرے شیریں ہوتا ہے۔**مزاج:** اطباء کے نزدیک کھیرے کا مزاج سرد تر ہے۔

کھیرے کے چند خواص: کھیرا خون اور صفرا کی گرمی کو ختم کرتا ہے،جسم کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے، پیاس بجھاتا ہے۔طبیعت میں یا اگر معدہ اور آنتوں میں کسی وجہ سے گرمی ہو تو کھیرا کھانے سے سکون آتا ہے۔

کھیرا معدہ اور آنتوں کی سوزش کو ختم کرتا ہے،مثانہ کی سوزش جلن، پیشاب کی جلن کو دور کرتا ہے۔پیشاب آور ہے،جب پیشاب رک رک کر آتا ہو تو کھیرے کے بیج کا شیرہ بنا کر پلانے سے آرام ملتا ہے۔خون کے گاڑھے پن میں کھیرا کھانے سے خون پتلا ہوتا ہے۔یہ کھانا ہضم کرتا ہے کیونکہ اس کے جوہر میں پیپسین (PEPSIN) پایا جاتا ہے جو کہ غذا کو ہضم کرتا ہے۔یہ اعصابی کمزوری کو ختم کرتا ہے اور قوت مدافعت پیدا کرتا ہے۔گوشت اور کھانوں کو ہضم کرتا ہے۔بھوک بڑھاتا ہے،کھیرا کھانے سے بھوک خوب لگنے لگتی ہے۔جگر سے سدے نکالتا ہے،اس لئے یرقان کے مریضوں کے لئے مفید ہے،یرقان کے

مریضوں کو کھیرا کھانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔خون کے بڑھے ہوئے دباؤ (بلڈ پریشر) کو کم کرتا ہے۔ سر درد کو دور کرتا ہے، گرمی سے ہونے والے سر درد اور چکر آنے میں کھیرا مفید ہے۔گرمی کے درد میں اس کو تراش کر سونگھنے سے بھی آرام ملتا ہے۔نیند لاتا ہے، کھیرا کھانے سے نیند بھی اچھی آتی ہے۔گرمی سے آنے والے دستوں میں فائدہ مند ہے۔قبض کو بھی دور کرتا ہے۔گرمی سے ہونے والے بخار میں اس کی قاشوں سے تلوؤں کی مالش کی جاتی ہے جس سے فوراً بخار اتر جاتا ہے۔کھیرے کو آگ میں بھلبھلا کر اس کا پانی نکال لیں، یہ پانی صفراوی اور خونی بخار میں مفید ہے اور گرم دماغی بیماریوں کو دور کرتا ہے، پیاس کو رفع کرتا ہے پیٹ اور آنتوں کی سوزش کو تسکین دیتا ہے۔کھیرے کا پانی ۲۵ گرام دن میں دوبار استعمال کریں۔جن لوگوں کو پاؤں کے تلوے جلنے کی شکایت ہو یا ہاتھوں کی ہتھیلیاں جلتی ہوں کھیرے کا مستقل استعمال کریں انشاءاللہ یہ شکایت ختم ہو جائے گی۔جن لوگوں کو بواسیر کا خون آتا ہو الرجی کی سی کیفیت ہو جلدی خارش ہو ان کو بھی کھیرے کا پانی پینا چاہیئے بہت مفید ہے، کیونکہ خون کی حدّت کو ختم کرتا ہے۔ کھیرے کے استعمال سے جلد ملائم ہوتی ہے اس لئے اس کا استعمال خوبصورتی بڑھانے میں خاص مقام رکھتا ہے بلکہ زبردست ٹانک بھی ہے۔تازہ کھیرے کا رس نکال کر اس میں روئی بھگو کر چہرے پر لگائیں خاص طور پر ناک ٹھوڑی پر اور ماتھے پر لگائیں یہ جگہیں چکنائی کی وجہ سے چمکنے لگتی ہیں۔

کھیرا اس چکنائی کو دور کرتا ہے اور جلد کو سکیڑتا ہے کھیرے کے جوس کو تازہ دودھ میں ملا کر چہرے اور گردن پر لگانے سے اس کا فائدہ دو چند ہو جاتا ہے۔کھیرے کی قاشیں کاٹ کر چہرے پر ملنے سے جلد کی گرمی دور ہو جاتی ہے اور رنگ میں نکھار آتا ہے، جلد خوبصورت ہو جاتی ہے۔

کھیرے کا ماسک: ایک کھیرا گول کاٹ کر کانٹے سے کچل لیں اور چہرے پر بیسک فیشل کر کے لیپ کریں اور بیس منٹ کے بعد ٹشو پیپر سے صاف کرلیں پھر برف ملے پانی سے چہرہ دھولیں اور تولیہ سے خشک کرلیں پھر روئی اور عرق گلاب سے چہرہ کو صاف کریں اس سے چہرہ اور رنگت صاف ہو جاتی ہے اور دانے وغیرہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔کھیرے کو نمک اور لیموں چھڑک کر استعمال کرنا چاہیئے، اس طرح یہ جلد ہضم ہو جاتا ہے۔جن لوگوں کو سرد چیزیں نقصان دیتی ہوں وہ کھیرے کو منقہ یا کھجور کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں۔کھیرے کو چھیل کر کھانا بہتر ہے کیونکہ آج کل طرح طرح کے کھاد اور کیڑے مار دوائیاں کھیتوں میں چھڑکی جاتی ہیں، جو کہ مضر صحت ہیں۔**واللہ اعلم بالصواب**

اخبار ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

❏......جمعہ ۱۰/ ۱۷/ ۲۴/ ربیع الاول و۲/ ۹/ ربیع الثانی کو تینوں مسجدوں (مسجد امیر معایہ کوہاٹی بازار، مسجد بلال صادق آباد، مسجد نسیم گل نور مارکیٹ مری روڈ) میں جمعہ سے پہلے وعظ وبیان اور جمعہ کے بعد مسائل کی نشستیں منعقد حسبِ معمول ہوتی رہیں۔

❏......جمعہ ۱۷/ ربیع الاول و۲/ ربیع الثانی بعد مغرب پندرہ روزہ فقہی مجالس منعقد ہوئیں

❏......ہفتہ ۱۸/ ربیع الاول حضرت اقدس مدیر صاحب دامت برکاتہم نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں جناب ناصر صراف صاحب (یکے از متوسلین حضرت مدیر صاحب) کی ایک عزیزہ کا مسنون نکاح پڑھایا۔

❏......ہفتہ ۳/ ربیع الثانی شام کو حضرت سید مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا) ادارہ میں تشریف لائے، عشاء کے بعد دیر تک حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ مختلف علمی مسائل اور احوالِ حاضرہ پر گفتگو ہوتی رہی اس موقعہ پر مفتی محمد شاکر صاحب (مدیر امداد العلوم نزد چھتر پارک اسلام آباد) مفتی محمد عبداللہ صاحب (خطیب کوثر مسجد امر پورہ) بھی تشریف لائے اور شریکِ مجلس رہے۔

❏......اتوار ۱۲/ ۱۹/ ۲۶/ ربیع الاول و۴/ ۱۱/ ربیع الثانی بعد ظہر طلبہ کرام کی بزمِ ادب اور بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجالسِ ملفوظات منعقد ہوتی رہیں، اتوار ۵/ ربیع الاول و۱۱/ ربیع الثانی بعد مغرب ماہانہ یومِ والدین کا جلسہ ہوا۔

❏......سوموار ۲۷ ربیع الاول شعبہ حفظ کے ایک نئے مدرس جناب قاری عبدالحلیم صاحب کی حسبِ ضابطہ ایک ماہ کے لئے عارضی تقرری عمل میں آئی (مستقل ہونے نہ ہونے کا فیصلہ ایک ماہ کے بعد ہوگا)

❏......بدھ ۸/ ۱۵/ ۲۲/ ۲۹/ ربیع الاول و۷/ ربیع الثانی بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیانات کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

❏......بدھ ۷/ ربیع الثانی کی نشست میں شعبہ حفظ کے طالبعلم عبدالرحمان قاصد کی تکمیل حفظ کے حوالے سے بیان ہوا اور بیان کے بعد حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے دعا کرائی، اس موقعہ پر متعلم مذکور کے کچھ عزیز واقارب بھی موجود تھے۔

مولوی ابرار حسین ستی صاحب (رفیق دارالافتاء ومعین مدرس) کچھ گھریلو احوال کی وجہ سے طویل رخصت پر ہیں۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

یکم/اپریل 2007ء بمطابق، 12/ربیع الاول 1428ھ : پاکستان: حتف II بیلسٹک میزائل ابدالی کا کامیاب تجربہ، صدر، وزیراعظم کی مبارکباد، میزائل کی رینج 200 کلومیٹر تک ہے **2/اپریل :** (تعطیلاتِ اخبارات) **3/اپریل** : پاکستان: سرحد میں بارشوں سے تباہی، 63 جاں بحق، درجنوں زخمی، چترال میں 26 گھرانوں کا پورا گاؤں ملیامیٹ **4/اپریل**: پاکستان: جسٹس افتخار کی جوڈیشنل کونسل میں پیشی، اوپن ٹرائل کی درخواست پر فیصلہ محفوظ، سماعت 13 اپریل تک ملتوی افغانستان کو سارک تنظیم میں رکنیت دے دی گئی پاکستان: گندم کی قیمت 425 روپے فی من مقرر، ہدف 50 لاکھ ٹن مقرر پاکستان، افغانستان اور بھارت میں زلزلہ، شدت 6.4 تھی **5/اپریل** : پاکستان: جنوبی وزیرستان، مقامی قبائل اور غیرملکیوں میں شدید لڑائی، 68 افراد مارے گئے ایران نے برطانوی سیلرز کو معافی دے دی، رہائی کا اعلان **6/اپریل** : پاکستان: حافظ آباد، پرائمری سکول کی دیوار گرنے سے 9 طلبہ وطالبات جاں بحق، 19 زخمی **7/اپریل**: پاکستان: مولانا عبدالعزیز کا نفاذِ شریعت اور شرعی عدالت کے قیام کا اعلان **8/اپریل** : پاکستان: پاڑہ چنار، فسادات جاری، 40 افراد جاں بحق، درجنوں زخمی، کئی گھر اور دکانیں نذرِ آتش، ہیلی کاپٹروں کی شیلنگ، کرفیو سخت پاکستان: فتح جنگ، نیو اسلام آباد ائرپورٹ کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا **9/اپریل** : پاکستان: وفاق المدارس نے جامعہ حفصہ، جامعہ فریدیہ اور تمام شاخوں کا الحاق ختم کر دیا پاکستان: پاڑہ چنار میں فسادات کا سلسلہ جاری، مرنے والوں کی تعداد 50 سے متجاوز، 3 مارکیٹیں مکمل تباہ **10/اپریل**: پاکستان: صدر کی زیرِ صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس، لال مسجد انتظامیہ سے حتمی مذاکرات کی ہدایت **11/اپریل**: پاکستان: شجاعت اور لال مسجد انتظامیہ میں دوبارہ مذاکرات، حکومت نے شہید مساجد تعمیر کرنے کی یقین دہانی کرادی **12/اپریل**: پاکستان: علماء لال مسجد کا مسئلہ حل کرنے میں حکومت کی مدد کریں، صدر پرویز **13/اپریل** : پاکستان: نیت پر شک نہ کیا جائے ورنہ عالمی اتحاد سے الگ ہو جائیں گے، صدر پرویز مشرف پاکستان: کرم ایجنسی، گورنر کا تشکیل کردہ جرگہ عارضی جنگ بندی میں کامیاب **14/اپریل**: پاکستان: جسٹس افتخار چوہدری کی سپریم جوڈیشنل کونسل میں پیشی، وکلاء، اپوزیشن کے ملک گیر مظاہرے، عدالتی بائیکاٹ، سماعت 18 اپریل تک ملتوی **15/اپریل**: پاکستان: سرحدی علاقوں میں پاک امریکہ مشترکہ کاروائی کی اجازت نہیں دی جاسکتی، صدر پرویز مشرف **16/اپریل :** پاکستان: قانون ہاتھ میں لینے والوں کے خلاف سخت کاروائی ہوگی، حکومتی رٹ پر کوئی سمجھوتہ نہیں کریں

گے، شوکت عزیز ✍ **17 / اپریل**: پاکستان: جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے اوپر ہیلی کاپٹر کی نیچی پرواز، گیس پھینکی گئی، سینکڑوں طالبات متاثر ہوئیں، مولانا عبد العزیز، عبدالرشید غازی ✍ امریکہ: گرل فرینڈ کی تلاش، ورجینا کی ٹیکنیکل یونیورسٹی میں مسلح شخص کی فائرنگ 32 طلباء ہلاک، 28 سے زائد زخمی ✍ **18 / اپریل**: گوادر ائر پورٹ سمیت پاکستان اور چین میں 15 معاہدے ✍ **19 / اپریل**: پاکستان: صدارتی کونسل کی تشکیل سپریم کورٹ میں چیلنج، جسٹس افتخاری چوہدری کی پیشی، سماعت 24 اپریل تک ملتوی، 3 جج پر اعتراضات مسترد ✍ بنگلہ دیش: شیخ حسینہ واجد کو ملک میں داخل ہونے سے روک دیا گیا، بیگم خالدہ ضیاء کو 22 اپریل سے قبل ملک چھوڑنے کا حکم ✍ **20 / اپریل**: پاکستان: صدارتی ریفرنس کے خلاف رٹ پر رجسٹرار کے اعتراضات مسترد، سپریم کورٹ کا صدر، وفاق اور اٹارنی جنرل کو نوٹس ✍ **21 / اپریل**: پاکستان: لاپتہ افراد کیس: سیکرٹری دفاع، داخلہ اور کرائسس مینجمنٹ کے سربراہ کی سپریم کورٹ طلبی، وزارتِ داخلہ تعاون نہیں کر رہی، ڈپٹی اٹارنی جنرل ✍ **22 / اپریل**: پاکستان: صدر کی زیرِ صدارت اعلیٰ سطحی مشاورتی اجلاس، صدارتی ریفرنس اور جامعہ حفصہ پر نئی حکمتِ عملی منظور ✍ **23 / اپریل**: بنگلہ دیش: حسینہ واجد کو لندن میں روک لیا گیا، خالدہ ضیاء ملک بدر ✍ **24 / اپریل**: پاکستان: ایٹمی اثاثے محفوظ ہیں، مدارس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں، صدر پرویز مشرف ✍ **25 / اپریل**: عراق صوبے دیالہ میں فوجی اڈے پر خودکش حملہ، 40 امریکی ہلاک ✍ **26 / اپریل**: بنگلہ دیش: 18 اپریل کا پریس نوٹ واپس، خالدہ ضیاء اور حسینہ واجد پر عائد پابندیاں ختم ✍ **27 / اپریل**: پاکستان: سندھ ہائیکورٹ نے الرشید ٹرسٹ پر پابندی غیر قانونی قرار دے دی، سیل دفاتر کھولنے کا حکم ✍ پاکستان: لیاقت جتوئی کے زیرِ صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس: ملک بھر میں غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ کے خاتمے کا اعلان ✍ **28 / اپریل**: پاکستان: شمالی وزیرستان کے علاقے سیدگئی میں بم دھماکہ، 4 افراد جاں بحق ✍ پاکستان: صدر مشرف کے قتل میں ملوث ملزم عبدالہادی العراقی کیوبا منتقل، سر کی قیمت 5 ملین ڈالر مقرر تھی۔

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی و تحقیقی سلسلہ

(فی شمارہ 20 روپے)

سلسلہ نمبر 8 ''تحقیق کیفیت مسحِ رقبہ'' شائع ہوگیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Same Question and Answer about Salah

Q: some people seem to recite words used in salah without moving their lips. What is the correct method?

A: Well, reciting words verbally is necessary in salah, no matter how low the voice is. But, the movement of lips in the required words, is necessary. Now, if a person stands in salah and recites everything within his heart, his salah will remain simply unperformed.

Q: some people look here and there while in salah. Is this permissible?

A: For a person who stands to perform his salah, the masnun method is to set his eyes on the spot where he is to perform his sajdah; and if his eyes are not on that spot and he is looking towards what is in front of him, this act of his is contrary to sunnah, but the salah will still be valid. Now, if a person is looking towards his right or left and he has done it in a manner that his neck has not turned towards either side, his salah will be valid, although doing so unnecessarily is makrooh (reprehensible). And if the he intentionally looks towards his right and left having turned his neck then, this is outright impermissible; and if anyone does this in a way that the average onlooker finds it totally foreign to salah, then, the salah itself will become in valid.(contemporary fatawaa page 55)